Title

زیرسرپرستی

عبدالستار

پیش نظر

فہم وفکر

04 ویلنٹائن ڈے جاری رہا کا سالانہ امتحان — مدیر کے قلم سے

اصلاحی سلسلہ

05 فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

06 فہم حدیث — مولانا محمد [illegible]

08 آئینۂ زندگی — حضرت مولانا [illegible]

مضامین

10 موجودہ زمانے میں اصلاح کا طریقہ — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

12 حضرت سری سقطیؒ — حذیفہ رفیق

14 پیارا مدرسہ — محمد نواز

16 کاروباری شراکت اور اس کا شرعی دائرہ کار — غلام عباس

18 فکر و تعمیر — محمد جمال اللہ فاروقی

20 مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید

22 باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم نعیم احمد

23 مراسلات — ادارہ

خواتین اسلام

25 ھن لباس لکم وانتم لباس لھن — ام مصطفیٰ

26 مسٹر ملک عرف لالہ جان اور ویک اینڈ — اسلام اللہ خان

28 باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد دانش

31 آواز — عائشہ ساجد عمرانی

32 پتھر سے موم — اہلیہ انس احمد شریف

34 شاید اس طرح کوتاہی کی تلافی ہو جائے — مہوش عماد

باغیچہ اطفال

37 ڈھول کا ڈھول — ڈاکٹر الماس روحی

38 شرب الماء — اہلیہ محمد فیصل

بزم ادب

42 صلّوا علیہ وآلہ — الکاتب عبداللہ صدیقی

43 لامر کریت — اسد ملتانی

44 گلدستہ — راشد حسین قاسم

اخبار السلام

46 خبرنامہ — ادارہ

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین کراچی

فروری 2016ء

مدیر: محمد خرم شہزاد

نائب مدیر: راشد محمود

ناظم: خالد عبدالرشید

کمپوزنگ: حبیب اسلم

نظرثانی: طارق محمود

تزئین وآرائش: نوید عزیز

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے ماہنامہ فہم دین

C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر)	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	520 روپے
بیرون ملک سالانہ	25 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: داسا پرنٹر | مقام اشاعت: دفتر فہم دین

ویلنٹائن ڈے ہماری "حیا" کا سالانہ امتحان

مدیر کے قلم سے

حیا قدرت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ حیا انسان کو محفوظ بناتی ہے۔ حیا آنکھوں کے لیے بہترین سرمہ ہے۔ حیا حافظے کے لیے فولادی ٹانک ہے۔ حیا دِلی خیالات کی پاکیزگی ہے۔ حیا کلام کو حسن بخشتی ہے۔ حیا عزتوں کی محافظ ہے۔ حیا انسان کو معتبر بناتی ہے۔ حیا نظر کے زاویے کو درست کرتی ہے۔ حیا عورت کا زیور ہے۔ حیا مرد کی غیرت ہے۔ حیا گناہوں سے رُکنا ہے۔ حیا نیکی کو چاہنا ہے۔ حیا نیکی کی فتح ہے۔ حیا لایعنی سے بچنا ہے۔ حیا عین اخلاق ہے۔ حیا عینِ اسلام ہے۔ حیا جنت کی حوروں کی صفت ہے۔ حیا خدا اور رسول کو پسند ہے۔ حیا انسان کی صلاحیتوں کو بے کار ضائع ہونے سے بچاتی ہے۔ حیا جذبات کے ضدی گھوڑے کی لگام ہے۔ حیا انسانوں کو انسانی بھیڑیوں سے محفوظ بناتی ہے۔ حیا آئیڈیل معاشرے کی روح ہے، بل کہ حیا اس کائنات کی روح ہے۔ اسی لیے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: حیا ایمان ہے۔

حیا کا نہ ہونا بے حیائی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو پھر نظر کو جھکانا مشکل ہو جاتا ہے، جب حیا نہ ہو تو پھر فکر کی پرواز راستہ گم کر بیٹھتی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو دِل گناہ کی کھائیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ جب حیا نہ ہو تو پھر صلاحیتیں غلط استعمال ہونے لگتی ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر قویٰ کم زور پڑنے لگتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر قیمتی حافظے بے کار کاموں میں لگنے لگتے ہیں، بل کہ بہت جلد حافظے بے کار ہو جاتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر انسانی جسم بہت جلد بیماریوں کی آماج گاہ بن جاتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر رشتوں کا تقدس بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔ جب حیا نہ ہو تو پھر زبانیں دوسروں کی عزتیں اچھالتی نظر آتی ہیں، جب حیا نہ ہو تو پھر محبتوں کی نیلامی لگتی ہے، جب حیا نہ ہو تو عصمتیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو کلیاں وقت سے پہلے گلاب بن جاتی ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو تنہائیاں داغ دار ہو جاتی ہیں، جب حیا نہ ہو تو محفلیں بے باک ہو جاتی ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر رقص وسرود تہذیب قرار پاتی ہیں، جب حیا نہ ہو تو پھر مرد وزن کا بے محابہ اختلاط روشن خیالی نظر آنے لگتی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو پھر افراد خود غرضی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر معاشرے میں نفسا نفسی ہوتی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو معاشرے اجتماعی اور اعلیٰ سوچ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ سو باتوں کی ایک بات جو کنواری لڑکی سے زیادہ باحیا پیغمبرِ دوجہاں ﷺ نے فرمائی کہ جب حیا نہ ہو تو پھر انسان جو چاہے کرتا ہے۔ یعنی جب حیا نہ ہو تو پھر انسان کو اچھے اور برے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔

ہاں قارئینِ گرامی! حیا انسانیت کی معراج تک پہنچا دیتی ہے تو حیا کا نہ ہونا شیطانیت کی انتہا تک۔ حیا نام ونمود سے کوسوں دور ہے۔ حیا نمائش سے بچتی ہے۔ حیا چار دیواری کی دیوی ہے۔ حیا دِلوں میں بستی ہے اور آنکھوں سے جھلکتی ہے۔ حیا کی سالانہ نمائش نہیں لگتی، وہ روزانہ ڈیرے ڈالتی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو نمائش ہوتی ہے۔ جب حیا نہ ہو تو جھوٹی محبتوں کے ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو معاشرے مادر پدر آزاد ہوتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر ویلنٹائن ڈے منائے جاتے ہیں۔ جب حیا نہ ہو تو پھر یومِ بے حیائی منائے جاتے ہیں۔ یہ ویلنٹائن ڈے ہمارے جوہرِ حیا کا سالانہ امتحان ہے۔ 14 فروری فیصلہ کر دے گا کہ کون حیا کے اس اہم امتحان میں امتیازی نمبروں سے کام یاب ہوتا ہے۔ منصف دِل کے قاضی اور ضمیر کے مفتی کو بنائیں۔ کاش ہم اس آزمائش میں پورے اتریں! اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے معاشرے کے ہر فرد کو حیا کے قیمتی جوہر سے نوازے اور ہر فرد کو حیا جیسے گوہرِ نایاب کی حفاظت کرنے اور اسے پروان چڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہم قرآن

البقرہ 256

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ 256

ترجمہ: دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا۔ اس کے بعد جو شخص طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے گا، اس نے ایک مضبوط کنڈا تھام لیا جس کے ٹوٹنے کا کوئی امکان نہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ 256

تشریح: یعنی دین کے بارے میں زبردستی نہ کرو، اس لیے کہ دنیا دار الامتحان ہے اور مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور دین میں زبردستی ممکن بھی نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام دِل سے تصدیق کرنے کا نام ہے اور دل پر کسی کی زبردستی چل نہیں سکتی۔ (از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

آیت کا ہم سے مطالبہ

جب اللہ نے کفر وہدایت کو واضح کر دیا ہے تو ہر ایک کے ذمے ہے کہ وہ اللہ کے دین کے مضبوط کنڈے کو تھام لے اور بے دینی سے مکمل طور پر توبہ کر لے۔

قرآنی ڈکشنری

اِكْرَاهَ: زبردستی	رُشْد: ہدایت	اَلْغَيّ: گمراہی
طَاغُوْت: شیطان	بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: مضبوط کنڈا	اِنْفِصَام: ٹوٹنا

جہاد کا مقصد لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں ہے

مندرجہ بالا آیت میں ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے،
تو پھر اسلام میں جہاد کیوں ہے؟

تو عرض یہ ہے کہ جہاد کا مقصد لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں ہے، بل کہ اس کا مقصد کفر کے فساد کو رفع کرنا اور دینِ اسلام کی حکومت کو قائم کرنا ہے۔

چناں چہ کافر اگر اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہے تو جزیہ دے کر بھی اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے غیر مسلم بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور راہبوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ان لوگوں سے فتنہ وفساد کی امید نہیں ہے۔ (از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

قرآنی احکام

- اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو۔ (طٰہٰ: 132)
- یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے، جس سے دِلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (رعد: 28)
- اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے ہوں۔ (توبہ: 18)
- ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ (القمر: 22)

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

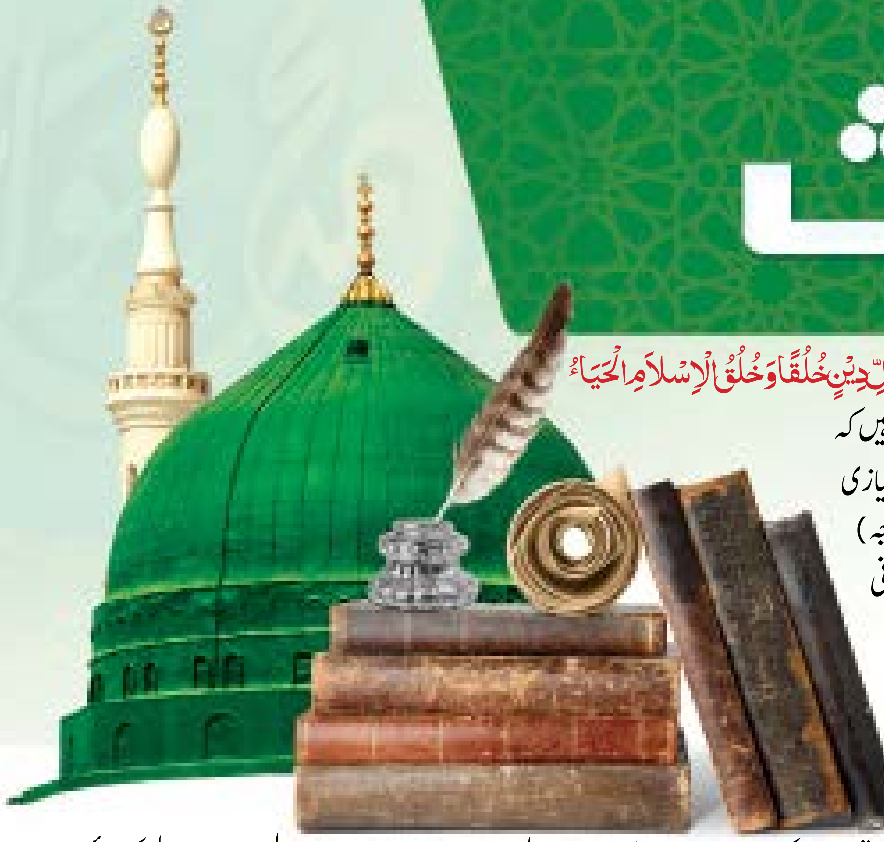

عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ

ترجمہ: زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور ہر شریعت میں اخلاق انسانی کے کسی پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے، اور انسانی زندگی میں اسی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور شریعت میں رحمدلی اور عفو درگزر پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے (یہاں تک کہ مسیحی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والوں کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ رحمدلی اور عفو درگزر ہی گویا ان کی شریعت کا مرکزی نقطہ اور ان کی تعلیمات کی روح ہے) اسی طرح اسلام، یعنی حضرت محمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور تعلیم میں حیا پر خاص زور دیا گیا ہے۔

ڈکشنری

اِنَّ: بے شک　خُلُقاً: امتیازی وصف　حَیَا: شرم

حدیث کا ہم سے مطالبہ

ہم زندگی کے ہر شعبے میں حیا اور مروّت کو لازم پکڑیں۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کا نام محمد بن یزیدؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ قزوین کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق عرب کے قبیلے ربیعہ سے تھا۔ آپ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت اور اُن میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ سنن ابن ماجہ آپ کی تصنیف کردہ مشہور کتاب ہے۔ یہ حدیث کی صحیح اور مشہور ترین چھ کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب میں چار ہزار احادیث ہیں، اس کے علاوہ آپ نے فنِّ حدیث، تفسیر اور تاریخ میں بہت مفید کتابیں لکھیں ہیں۔

تحصیل علم کے لیے آپ نے مکہ معظّمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، شام، واسط رائے اور دوسرے اسلامی شہروں کے سفر کیے۔ آپ کے اساتذہ میں جناب جبارہ بن الغلسؒ، ابراہیم بن المنذرؒ، ابن نمیرؒ اور ہشام بن عمارؒ مشہور نام ہیں نیز آپ نے امام مالکؒ کے تلامذہ اور حضرت لیث حنفیؒ کے شاگردوں سے بھی علم حاصل کیا، بالخصوص ابو بکر بن ابی شیبہؒ سے زیادہ استفادہ کیا۔ آپ کا انتقال 273ھ میں 64 سال کی عمر میں ہوا۔

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو یاد کرلے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کرلے جائے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

ترجمہ: اوپر (دینے) والا ہاتھ نیچے (لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(بخاری و مسلم)

سچ اور اسلام نجات کی ضمانت ہے

- بے شک سچ اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ شک میں ڈالنے والا ہے۔
- گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔
- بے شک سچ نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جانے والی ہے۔
- آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔
- اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔

Burger Shack

07

آئینہ زندگی

حیا جزوِ ایمان ہے

حضرت مولانا عبدالستار حفظہٗ اللّٰہ

میرے معزز مسلمان دوستو اور عزیز بھائیو! حیا ایمان سے ہے اور ایمان حیا سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ایمان اور حیا دونوں جڑواں ہیں۔ جہاں سے حیا گئی، وہاں سے ایمان گیا۔ جہاں ایمان آیا، حیا آئی، وہاں سراسر خیر آئی۔ اور جہاں سے ایمان گیا، حیا گئی، وہاں سے خیر چلی گئی۔ حیا انسانی اور اسلامی معاشرے کا ایک بہت بڑا جوہر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ: جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں میں بے حیائی کو فروغ دیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جب قرآن کریم کی یہ آیت اتری تھی تو مدینہ منورہ کا ایک محدود معاشرہ، ایک مخصوص سوسائٹی، ایک مخصوص واقعہ۔ لیکن آیت کی تفسیر بہت وسیع ہے۔ اگر آج کی دنیا دیکھی جائے تو آج کی صحافت، آج کا ٹی وی، آج کا لٹریچر، آج کا میڈیا، آج کے تعلیمی اداروں کا نظامِ تعلیم دیکھا جائے تو قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر کھل کر سامنے آجائے گی۔ جب یہ آیت اتری تھی تو ایمان والوں نے بن دیکھے اس آیت پر ایمان لایا تھا مگر اب تو تقریباً ہر گھر، ہر بازار، ہر سوسائٹی، ہر گلی کوچہ اس آیت کی عملی تفسیر بنا ہوا ہے۔ قومی سیاست کے جلسے ہوں یا بدقسمتی سے نام نہاد مذہبی مجالس ہوں، وہاں بھی بے حیائی کو فروغ دینے کی شکلیں اختیار کی جاتی ہیں۔ جب مذہب کے نام پر بھی مخلوط محفلیں ہونے لگیں گی تو آنے والی نسل محبت کے دن ہی منائے گی ناں۔ پھر اس نئی نسل کی یونیورسٹیوں، اسکولوں اور کالجوں میں اس حرام محبت کے ہی دن منائے جائیں گے ناں۔ پھر اسے روز بروز ذرائع ابلاغ کے ذریعے فروغ دیا جائے گا۔

مسلمان معاشرے میں بے حیائی کو فروغ دینے والا مسلمانوں کا دشمن ہے، اسلامی سوسائٹی کا دشمن ہے، بل کہ سچ ہے کہ یہ مسلمانوں کی ازدواجی زندگی کا دشمن ہے اور مسلمانوں کے خاندانی استحکام کا دشمن ہے۔ اس لیے کہ جس معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی فروغ پاتی ہے، وہاں میاں بیوی کا اعتماد نہیں رہتا، وہاں بیٹا بھی اپنے باپ کا نہیں رہا کرتا، اور بیٹیاں بھی اپنی ماؤں کی نہیں رہا کرتیں، اور وہاں خاندانی استحکام بھی رخصت ہوجایا کرتا ہے اور اس کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔

آج سے 100 سال پہلے تو شاید اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ مسلمانوں کی بیٹیاں، مائیں اور بہنیں یوں بے پردگی کے ساتھ گھروں سے باہر نکلیں گی۔ اور کیسے ہوسکتا تھا کیوں کہ ان کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا اور اللہ کا کلام ان کے سامنے ہوتا تھا۔ اس اللہ نے کہا ہے اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بتایا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡھِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِھِنَّ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں سے اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی اوڑھنیاں جھکالیں، جب انہیں باہر نکلنے کی ضرورت پڑے تو اپنے چہرے پر پردہ ڈال کر نکلیں، تاکہ یہ پہچان ہوجائے کہ یہ مسلمان آزاد عورتیں ہیں۔ تو اس دور میں اس کا تصور تک نہیں تھا کہ مسلمان مرد و عورت میں اختلاط ہو۔ ہاں میرے عزیزو!

جس معاشرے میں مرد و عورت کا آزادانہ میل جول ہوگا، تو وہاں کبھی گھر نہیں بنا کرتے۔ وہاں کبھی بھی میاں بیوی میں اعتماد کی فضا قائم نہیں ہوسکتی۔ کبھی وہاں محبتوں کے پھول کھل نہیں سکتے۔ آج کی عدالتوں میں دیکھیے تو سوائے خلع کے اور کیس کوئی نہیں۔ دارالافتاء میں آئیں تو ایسا لگتا ہے کہ پوری قوم طلاق پر آچکی ہے۔

میرے عزیزو! جب اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی نہیں گزرے گی اور بے حیائی کے اس نظام کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس کے فروغ پر کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی کہ بیٹا ہے اس لیے کوئی بات نہیں، بیٹی ہے، کوئی بات نہیں، یونیورسٹی والوں نے بلایا ہے، کالج میں پارٹی ہے، جب گھر کے بڑے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ گندگیاں دیکھیں گے تو پھر اس کی تباہیاں بھی اپنے گھروں میں دیکھیں گے۔ پھر اس کی بربادی بھی اپنے گھروں میں دیکھیں گے۔

یاد رکھیں کہ جس معاشرے میں یہ گندگی فروغ پاتی ہے، وہاں گھروں کا سکون رخصت ہوجاتا ہے۔ شاید اس 100 سال کے اندر جتنی مادی ترقی اس مسلمان نے کی ہے، گزرے ہوئے زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں تھا، مگر جتنی بے چینی اور بے سکونی مسلمانوں کے گھروں میں آئی ہے، تو شاید اس کا بھی تصور نہیں تھا۔ یہ ترقی اپنے ساتھ ساتھ بے حیائی بھی لے کر آئی ہے۔ جس قدر دولت بڑھتی چلی گئی، اتنا ہی جسم کا لباس اترتا چلا گیا، سروں سے دوپٹہ اترتا چلا گیا، مسلمانوں کے گھروں سے بیٹیاں، بہنیں بے حجابانہ انداز میں باہر نکلنا شروع ہوگئیں۔

شریف گھرانوں کی مجالس میں بھی اب مردوں اور عورتوں کی الگ الگ نشستوں کا رواج ختم ہوتا چلا جارہا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ یہ بے حیائی، تعلیم یافتہ ہونے کا، ماڈرن ہونے کا، روشن خیال ہونے کی بڑی علامت ہے اور ہم کیوں اس میں پیچھے رہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چند لوگ جنت میں نہیں جائیں گے، ان میں ایک متکبر، ایک بوڑھا شرابی، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیوس شخص۔ پوچھا گیا کہ دیوس کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اپنے گھر کی بیوی، بیٹی، بہن کے بارے میں یہ فکر نہ ہو کہ یہ کہاں جارہی ہے۔ تو چاہے وہ حاجی، نمازی، روزہ دار، پرہیزگار ہو مگر پھر بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ بن حیا کے ایمان نہیں ہے۔

میرے عزیزو! مسلمان معاشرے میں بے حیائی فروغ دینا، یہ مسلمانوں سے کھلی دشمنی ہے۔ اس لیے اللہ نے یہ اعلان فرمایا کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان نسل میں بے حیائی کو فروغ دیں تو اللہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے لیے پھر دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب اور ذلت والا عذاب ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کی ایمانی نسل کشی کرنا چاہ رہے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے ایمان سے دور کرنا چاہ رہے ہیں۔

ہر آنے والا دن ایک نیا فتنہ لے کر آرہا ہے۔ آج سے تقریباً 10 سے 15 سال پہلے مسلمانوں میں ویلنٹائن ڈے کا نام نہیں تھا۔ محبت کا دن۔ ہاں! مسلمان اسے خوب جانتا تھا کہ وہ اپنی ماں سے محبت کرتا تھا، اپنی بہن کی عزت کیا کرتا تھا، میاں بیوی کا آپس میں محبت کا ایک رشتہ تھا۔ اور یوں مسلمان کا ہر دن محبت میں گزرا کرتا تھا۔ لیکن مغرب سے آئی ہوئیں یہ گندگیاں جس کا مسلمان معاشرے میں پہلے تصور تک نہیں تھا، اب ایسے مسلمانوں میں فروغ پارہی ہیں جیسے صدیوں سے مسلمانوں کی روایات یہی ہیں۔ اگر آج ہم نے اس کے آگے بند نہ باندھا تو کل یوں ہوگا کہ باپ خون کے آنسو روئے گا، لیکن اپنی اولاد کو روک نہ پائے گا۔

ہر شخص اپنے اپنے دائرہ کار میں اور جہاں جہاں اس کی بات سنی جاتی ہے، ذمہ دار ہے۔ وہاں وہ یہ دیکھے کہ کہیں بے حیائی تو فروغ نہیں پارہی؟ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھا جائے کہ جن جن اداروں میں ہماری نسل پڑھ رہی ہے، وہاں بے حیائی تو نہیں؟ کیوں کہ تعلیم کا تعلق بے حیائی سے نہیں ہے۔ اگر ہم نے آج اس بے حیائی پر بند نہ باندھا تو کل یہ نسل نہ تو ہماری رہے گی، نہ ہی اپنے ماں باپ کی رہے گی اور نہ ہی اس وطن عزیز کی رہے گی۔ جو نسل اپنے رب کی نہ ہو تو وہ ہماری کیسے رہے گی؟ یہ ویسی رہے گی جیسی جگہ بچپن میں اس کے ماں باپ چھوڑ کر آجاتے ہیں۔ باپ ملازمت کے لیے نکل گیا اور ماں بھی ملازمت کرنے چلی گئی اور ان کے بچوں کو پالنے والے کوئی اور۔ جب یہ والدین بوڑھے ہوتے ہیں تو یہ اولاد بھی انہیں OLD AGE HOME میں پھینک کر آجاتے ہیں۔

میرے عزیزو! مسلمان معاشرہ تو عفت، پاک دامنی، حیا والا معاشرہ ہے۔ حیا تو مسلمان معاشرے کا جوہر ہے۔ اس معاشرے میں مسلمان مرد و عورت کا اختلاط حرام ہے۔ اس لیے میرے عزیزو! حیا ہے تو ایمان ہے، حیا ہے تو اسلام ہے، حیا اور ایمان ہے تو ہمارے گھر بھی ہیں اور خاندان بھی ہیں اور زندگیاں بھی ہیں، اور دنیا اور آخرت کی کامیابی بھی ہے۔ اللہ ہمیں باحیا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رہنمائے زندگی

از ملفوظات حضرت حفظہٗ اللّٰہ

- گھر معاشرے کی پہلی اینٹ ہے' جب مسلمان اپنے گھروں کی فکر کرتے ہیں تو پھر مسلمانوں کا معاشرہ بنا کرتا ہے۔
- پہلا حق گھر کا یہ ہے کہ اس کی چار دیواری میں گناہ نہ ہو۔
- گھر میں دینداری پیدا کرنا چاہتے ہو تو زبان کی نصیحتوں سے نہیں ہوگا۔ میرے گھر والے میرے بارے میں خوب جانتے ہیں' وہ تو میرا عمل دیکھیں گے۔
- بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ میرے گھر میں روز ہی کوئی نہ کوئی مسئلہ اور پریشانی ہوتی ہے' لیکن کوئی دِن ایسا بھی تو بتاؤ کہ گھر میں ایک بھی گناہ نہ ہوا ہو۔
- جب روح گندی ہوجاتی ہے تو پھر موسیقی روح کی غذا بن جاتی ہے۔
- جب حیا کا درجہ کامل ہو تو آدمی کبھی گوارہ ہی نہیں کرسکتا کہ عریانیت والی تصویریں میری بیوی یا اولاد دیکھے' یا گھر کے اندر پڑی رہیں۔

Shangrilla

11

موجودہ زمانے میں اصلاح کا طریقہ

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت بر کاتہم

آپ کو بزرگوں کے تجربات کی بات بتاتا ہوں کہ پہلے زمانے میں لوگ جب اپنی اصلاح کے لیے بڑے بڑے صوفیائے کرام کے پاس جاتے تھے تو وہ بڑے بڑے مجاہدات ان کے لیے تجویز کرتے تھے، بڑے پر مشقت مجاہدات سے وہ گزرتے تھے، ریاضتیں ہوتی تھیں۔ ہمارے حضرت مولانا تھانویؒ کو اس دور میں تصوّف کا مجدّد اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا، انہوں نے ہم جیسے کمزوروں کی حالت دیکھی کہ آج اگر کسی سے کہا جائے کہ بھائی وہ مجاہدے کرو جو پہلے زمانے کے صوفیائے کرام کرتے تھے تو سب بھاگ جائیں گے، کوئی آئے گا ہی نہیں، اس لیے میں اپنی اصلاح کے چند آسان چٹکلے آپ کو بتاتا ہوں۔

دعا ذریعۂ انابت اور ذریعۂ ہدایت ہے: ایک چٹکلہ یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی عادت ڈالیں اور یہ عادت ڈالنے سے پڑتی ہے۔ شروع میں بعض اوقات اندازہ نہیں ہوتا اور آدمی غفلت میں رہتا ہے، لیکن جب تنبّہ ہو جائے پھر لوٹ آؤ۔ یہی طریقہ ہے کسی چیز کی مشق کرنے کا۔ شروع میں جب انسان اصلاح کے راستے پر چلتا ہے تو انسان اور شیطان کے درمیان کشتی ہوتی ہے، کبھی اِس نے چت کر دیا اور کبھی اُس نے چت کر دیا، لیکن جب انسان اسی میں لگا رہے گا تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فضل فرماتے ہیں اور پھر تعلق مضبوط کر دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ سنت ہے۔

اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ (شوریٰ:31)

ترجمہ: اللہ جس کو چاہتا ہے چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو کوئی اس سے لو لگاتا ہے، اسے اپنے پاس پہنچا دیتا ہے۔

یہ دعا، ذکر وغیرہ، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے طریقے ہیں اور اللہ کا وعدہ ہے کہ جو بندہ میری طرف رجوع کرنے والا ہو گا میں اس کو ضرور ہدایت دوں گا۔

ایک گزارش: بھائیو! آج میں آپ حضرات کی خدمت میں بس یہ ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی عادت ڈالنے کی کوشش کریں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، گھر میں ہوں یا بازار میں، اہل وعیال کے ساتھ ہوں یا کسی بھی حال میں، دعا مانگتے رہیں اور دعا زبان سے مانگنا بہت اچھا ہے۔ اگر زبان سے نہ مانگو تو بھی دل دل میں مانگتے رہو، کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ عادت ڈالنے کی کوشش کر لیجیے، تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں مضبوطی پیدا ہو گی اور یہ مضبوطی پیدا ہو گئی تو سمجھو کامیابی کا راستہ کھل گیا۔

حضرت تھانویؒ کا تعلق مع اللہ: حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ آپ سے مجھے ایک بات پوچھنی ہے تو الحمد للہ کوئی تکلّف نہیں ہوتا، فوراً دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ "یا اللہ! پتہ نہیں یہ کیا پوچھے گا؟ یا اللہ! اس کا صحیح جواب میرے دل میں ڈال دیجیے۔" تو جب مانگنے کی یہ عادت پڑ جاتی ہے تو جو مرحلہ بھی آتا ہے آدمی اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے، گھر میں کوئی چیز آپ تلاش کر رہے ہیں، نہیں مل رہی تو دل ہی دل میں یا زبان سے کہو یا اللہ! مجھے دلوا دیجیے تو یہ تلاش بھی عبادت بن جائے گی، اس سے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں مضبوطی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

بغداد کے ساتھ ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کا نام ''کرخ'' ہے۔(یہ شہر تاحال آباد ہے۔) کرخ کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جن کا نام ''حضرت معروف کرخیؒ'' ہے۔ان کے حالات بھی بڑے عجیب اور سبق آموز ہیں۔ ان کے ایک تربیت یافتہ شاگرد حضرت سری سقطیؒ کے حالات قلم بند کرنا مقصود ہے۔ اللہ اس کو میرے لیے آسان فرمائے۔ آمین

○○○

آپؒ اپنے زمانے کے بڑے عابد اور زاہد تھے۔ اس زمانے کے عام رواج کے مطابق انہوں نے حدیث کا بھی علم حاصل کیا تھا اس لیے حدیث کا بھی حلقہ لگایا کرتے تھے جس میں وعظ و نصیحت ہوتی تھی۔ ان کی طبیعت میں عبادت اور زہد کا غلبہ تھا اس لیے عزلت اور خلوت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس لیے بعض دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر علم کا تقاضا نہ ہوتا تو میں کبھی تمہارے پاس نہ آتا۔''

لیکن اس کے باوجود طلبا اور مستفیدین ان کے سخت مشتاق رہتے تھے اور ان کی ایک ایک بات سننے والوں کے دلوں میں اترتی جاتی تھی اور اس سے بڑھ کر کہ آپؒ کا ہر عمل حاضرین کے لیے شمع ہدایت ہوتا اور آپ کی ہر ہر ادا ان کے لیے قابل اقتدا ہوتی اور یہی علم کی حقیقت ہے کہ آدمی کی زبان سے زیادہ اس کا عمل بولے کہ اس کا اثر یقیناً زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ معاش کے لیے آپ ایک چھوٹی سی دکان پر تجارت کیا کرتے تھے۔ اس تجارت میں بھی آپؒ نے ایسا عمدہ طرز اپنایا تھا کہ ان کے کاروباری حالات کے واقعات بھی دلچسپ اور ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ذیل میں چند واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

آپ نے بازار سے تقریباً ایک من بادام خرید ا60 دینار کا اور روزنامچہ میں لکھا کہ اس بادام کو 63 دینار میں 3 دینار کے نفع سے فروخت کرنا ہے۔ اتفاق سے اگلے ہی دن بازار میں بادام کے نرخ بڑھ گئے اور 90 دینار فی من تک پہنچ گئے۔ ان کے پاس ایک گاہک آیا اور کہنے لگا: ''بادام کا کیا حساب ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''63 دینار!''

گاہک: ''مگر بازار میں تو 90 کا ہے۔''

آپ نے جواب دیا: ''میں نے کل شام اللہ سے عہد کر لیا تھا کہ اسے 63 کے نفع میں بیچوں گا چناں چہ اب میں زیادہ نہیں کر سکتا۔''

گاہک: ''اور میں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ کسی مسلمان سے دھوکہ نہیں کروں گا اس لیے آپ مجھے 90 کا ہی دے دو۔''

وہ 90 سے کم میں راضی نہیں تھا اور آپ 63 سے زیادہ میں دینے پر راضی نہیں تھے آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ نہ ہی آپؒ نے اسے بادام بیچا اور نہ ہی اس نے آپؒ سے بادام خریدے۔ اس قصہ کے راوی کہتے ہیں کہ جن کے معاملات اور تجارت کا یہ حال ہو تو ان کی دعائیں کیسے رد ہو سکتی ہیں؟

اللہ ہمیں بھی معاملات کی صفائی عطا فرمائے۔یہاں یہ مسئلہ نہیں ہے کہ ان کے لیے ایسا کرنا جائز تھا یا نہیں؟ مگر مقام غور یہ ہے کہ ان پر آخرت کی فکر اتنی غالب تھی دنیا کی فکر پر کہ دنیا کے اس بڑے سے بڑے نفع کو لات مارنا ان کے لیے آسان تھا جس میں آخرت کے ادنیٰ سے ادنیٰ نقصان کا اندیشہ ہو، پھر کیسے ان کی نمازوں میں دھیان نہ ہوتا اور کیسے ان کی دعائیں قبول نہ ہوتیں اور پھر کیوں کر ان کی آپس میں محبتیں نہ ہوتیں؟ اور دوسری چیز یہ کہ دنیا ان کے نزدیک مبغوض ہو چکی تھی اور قابل نفرت شے سے زیادہ کوئی اہمیت ان کے نزدیک نہ تھی۔

○○○

حضرت سری سقطیؒ کی دکان کے آگے سے ایک بچی گزری۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔ بچی کا پاؤں پھسلا اور وہ پیالہ اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ حضرت فوراً اپنی دکان سے باہر آئے اور اس بچی کو سنبھال کر اپنی دکان سے دوسرا پیالہ اس بچی کو دے دیا۔ آپ کے شیخ حضرت معروف کرخیؒ نے آپ کو دیکھ لیا اور فوراً یہ دعا دی: بغض اللہ الیک الدنیا۔

بعد میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں آج تک اس دعا کی برکت محسوس کر رہا ہوں اور میں جو کچھ ہوں، اس دعا کی برکت سے ہوں۔

ایک تو یہ ہے کہ بنا غلطی کے کسی کی مدد کرنا، اس کا ساتھ دینا اور ایک یہ ہے کہ اپنی غلطی ہونے کے باوجود ہر قسم کی مدد کرنے سے انکار کر دینا اور اپنے نفع کی خاطر دوسرے کے ہر نقصان کو برداشت کر لینا۔ ہم میں کون سی صفت پائی جاتی ہے؟ ہم میں سے ہر شخص خود اپنا محاسبہ کر لے۔

یہ تو وہ اخلاق تھے کہ جن کی بدولت وہ لوگ اللہ کے نزدیک محبوب ہوئے اور اس کا اثر پھر ان کی پوری زندگی میں نظر آتا تھا۔

○○○

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ الحمدللہ کہا تھا۔ آج مجھے 30 سال ہو گئے اور میں اس الحمدللہ کہنے پر استغفار کر رہا ہوں۔ حاضرین یہ سن کر حیران رہ گئے اور ان کے دریافت کرنے پر آپ کہنے لگے کہ میں بازار جا رہا تھا تو راستے میں کسی نے اطلاع دی کہ بازار میں آگ لگ گئی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی میں فکر مند ہو گیا۔ میں نے تازہ تازہ مال خریدا تھا۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا۔ میں اپنی دکان کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک آدمی نے کہا کہ ''بھائی! مبارک ہو کہ آپ کی دکان بچ گئی ہے اور آپ کے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔'' میں نے یہ سننا تھا کہ میں نے فوراً الحمدللہ کہا۔ بعد میں میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچا اور مجھے اس کی بالکل بھی پرواہ نہیں ہوئی بل کہ اپنے نقصان سے بچنے پر خوشی ہوئی گویا میں مسلمانوں کے معاملات سے بالکل بے پرواہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ ''میں آج تک اس الحمدللہ کہنے پر استغفار کر رہا ہوں۔'' اللہ کا خوف، اپنے نفس کا محاسبہ اور اپنی آخرت کی یاد۔ یہی وہ اوصاف تھے ان حضرات میں جن کی بدولت ان کی دعائیں رد نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا ایسا تعلق ہو گیا تھا کہ پھر وہ اللہ کے آگے اپنے ہاتھ اٹھاتے تو نیچے کرنے سے پہلے ہی دعا قبول ہو جاتی تھی۔

○○○

مظفر اور علان یہ دونوں حضرات حضرت سری سقطیؒ کے فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے کہ علان نے کہا: ''میں ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ ہم نشین تھا کہ ایک عورت کرب و اضطراب کی حالت میں آپ کی خدمت میں آئی اور آتے ہی اس نے کہنا شروع کر دیا: ''حضرت! میں آپ کے پڑوس میں رہتی ہوں۔ خدا کے لیے میری مدد کریں۔ سرکاری اہلکار میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں یا حوالدار کے پاس کسی آدمی کو بھیجیں، کچھ ضرور کریں۔''

علان کہتے ہیں: ''میں نے سوچا کہ حضرت ابھی کسی آدمی کو دوڑائیں گے لیکن حضرت کھڑے ہوئے اور نماز کی نیت باندھ لی اور بہت لمبا قیام کیا۔ وہ عورت پیچھے کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھی اور آخر کار اس نے تنگ آکر کہا: ''ابوالحسن! اللہ کے واسطے جلدی کریں، میرا بچہ مصیبت میں ہے اور مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں وہ لوگ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔''

سری سقطیؒ سلام پھیر کر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''بڑی بی! آپ فکر مت کریں، میں آپ کا ہی کام کر رہا تھا۔''

یہ سن کر وہ عورت حیرت اور مایوسی سے حضرت کو تکنے لگی اور ابھی اس کی حیرانگی باقی ہی تھی کہ ایک دوسری پڑوسن مبارک باد دیتے ہوئے آئی اور اس سے بولی: ''چلو جی! انہوں نے تمہارے بیٹے کو چھوڑ دیا ہے۔'' یہ سننا تھا کہ اس عورت کی ساری پریشانی دور ہو گئی اور اس کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔ اس نے تشکر بھری نظروں سے حضرت کی طرف دیکھا اور چل دی۔ حضرت سری سقطیؒ پہلے سے ہی کسی اور طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

بعض دفعہ ہمارے خیالوں میں بھی نہیں آتا کہ اللہ کے دربار میں پیشانی رکھ کر ہم بھی فیصلے کروا سکتے ہیں اور اس کریم آقا کے آگے مناجات کے ذریعہ زمین و آسمان کے نظام میں تبدیلیاں برپا کر سکتے ہیں۔ فیصلے تو آسمانوں پر ہوتے ہیں اور اللہ ہی کے ہاتھ میں دو جہانوں کا نظام ہے جو اللہ کا ہو گیا پھر بڑے سے بڑا مسئلہ بھی کوئی مسئلہ نہیں۔

○○○

حضرت سری سقطیؒ اپنے آپ کو ہمیشہ کم تر اور حقیر سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے: ''میرا دل چاہتا ہے کہ کسی جنگل بیاباں یا شہر سے دور یا کسی نامعلوم جگہ پر میرا انتقال ہو اور کسی ایسی جگہ نہ مروں جہاں لوگ مجھے جانتے ہوں۔

حاضرین نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ ''مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں زمین مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے باہر نہ پھینک نہ دے اور دنیا میں جو مجھ پر پردہ ہے، وہ چاک ہو جائے اور میری ذلت کا سبب بنے۔''

کسی نے سچ کہا کہ وہ سب کچھ کرتے تھے مگر پھر بھی ڈرتے تھے اور ہم کچھ بھی نہیں کرتے اور پھر بھی نہیں ڈرتے۔

○○○

عزلت پسند تھے اور اکثر اوقات اکیلے کسی کونے میں بیٹھ کر عبادت وغیرہ کرتے تھے۔ 253 ہجری میں رمضان کے چھٹے روزے کو بروز منگل آپ کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت سری سقطیؒ کے درجات بلند فرمائے۔ وہ تو اپنے عمل سے لوگوں کو راہ راست دکھا گئے اور اپنی خاموشی کے ذریعے دروس عبرت چھوڑ گئے اور عزلت اور خلوت میں رہ کر سینکڑوں بل کہ ہزاروں کی تربیت واصلاح کا ساماں کر گئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Arabian

15

(بغیر نقطوں کے مضمون... ایک بہترین کاوش)

ھمارا مدرسہ

محمد نواز
متعلم جامعہ بیت السلام تلہ گنگ

اللّٰہ کے اسم سے کہ وہ عام رحم والا اور کھلے کرم والا ہے۔ ہمارا مدرسہ ہمارا گھر ہے۔ ہمارا محلہ اور ملک اسی کی علمی مہک سے معطر ہے۔ ہمارے ادارے کا ہر ہر معلم اور ہر ہر مدرّس مالک الملک اللہ واحد کے رحم و کرم سے اسی کا محکوم ومامور ہو کر سر گرمِ عمل ہے۔ ہم سارے کے سارے اسی کے ارادے سے اِدھر مائل ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علی رسولہٖ وسلم ہمارے اس عمل سے مسرور ہوں۔

اللہ ہی کا کرم ہے اور اُسی کے واسطے ساری حمد ہے کہ ہمارا مدرسہ اسلامی علوم کو رسول اللہ صلی اللہ علی رسولہٖ وسلم کے کلمہ گوؤں کی معصوم اولاد کے مطہر دِلوں کے حوالے کر رہا ہے۔ اسی کا صلہ ہے کہ اسلام ہر سُو گلِ لالہ کی طرح مہک رہا ہے اور مہِ کامل کی طرح دَمک رہا ہے۔

اعدائے اسلام کو اس امر کا اِدراک ہے کہ ہر سُو اسلام کی مدح سرائی مدارس ہی کی سعی کا صلہ ہے۔ اسی واسطے اُس گروہ کا ہر آدمی کمر کَسے ہوئے ہے کہ کسی طرح سے مدارس کو رُسوا کرے۔ اس طرح لوگ مدارس سے دور ہوں گے اور لوگوں کی مدارس سے دوری ہی سے اسلام مٹ سکے گا اور سدا کے لئے اس عالم سے محو ہو گا مگر اعدائے اسلام کو علم ہو کہ اسلام کی ہار محال ہے، اس واسطے کہ عرصہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علی رسولہٖ واٰلہ وسلّم اہلِ عالم کو اس طرح کہہ کر اطلاع دے گئے: ”اسلام ہر ہر گھر کا محاصرہ کرے گا اور ہر سردار و گدا اس کا محکوم ومامور ہو گا۔“ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے اس مادرِ علمی کو اور اسی طرح کے اور مدارس واہلِ مدارس کو سدا سکھی رکھے۔

کاروباری شراکت اور اس کا شرعی دائرہ کار

غلام عباس

دنیا میں کاروبار کی مختلف قسمیں رائج ہیں، کہیں فرد واحد کاروبار کر رہا ہے تو کہیں ایک سے زائد لوگ مل کر کاروبار کی گتھیاں سلجھا رہے ہیں۔ فرد واحد کے کاروبار کو SoleProprietorShip کہا جاتا ہے اور جہاں ایک سے زائد لوگ مل کر کاروبار کریں، اسے پارٹنرشپ کہتے ہیں۔ کاروبار میں جب ایک سے زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں تو اس وقت شرعی لحاظ سے کچھ پابندیاں لازم ہوتی ہیں، جن کی پابندی ایک مسلمان تاجر کا اخلاقی فریضہ ہے۔ سب سے پہلے تو ہم شرکت کی تعریف اور اس کی اقسام کا ذکر کریں گے اس کے بعد اس سے منسلک کچھ اصولوں کا تذکرہ ہوگا کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک تاجر اپنے کاروبار کو شریعت سے ہم آہنگ کر سکتا ہے۔

شرکت کی تعریف

کسی کاروبار میں دو یا دو سے زیادہ لوگوں کا کاروبار میں لگائی جانے والی رقم اور اس سے حاصل ہونے والے نفع میں شریک ہونا شرکت کہلاتا ہے۔

شرکت کی اقسام

شرکت کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1. شرکتِ ملک
2. شرکتِ عقد

شرکتِ ملک

دو یا دو سے زیادہ لوگوں کا کسی چیز کا مشترکہ طور پر مالک بننا۔ جیسے مل کر گاڑی یا گھر خرید لیں۔

یہ شرکت بھی دو طرح کی ہوتی ہے:

1. شرکتِ اختیاری
2. شرکتِ غیر اختیاری

1 اختیاری شرکت: اپنی مرضی اور اختیار سے کسی چیز کا مالک بننا جیسے گھر یا گاڑی خرید کر اس کے مالک بن جائیں۔

2 غیر اختیاری شرکت: غیر اختیاری شرکتِ ملک میں کوئی بھی شریک اپنی مرضی سے شریک نہیں ہوتا، جیسے وراثت کی تقسیم۔

شرکتِ ملک کا شرعی حکم: شرکتِ ملک چاہے اختیاری ہو یا غیر اختیاری اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں اپنے حصے اور شیئر کی حد تک اس کا استعمال اور اس میں تصرف صحیح ہے لیکن دوسرے شریک کے حصے میں اُس کی اجازت کے بغیر کسی بھی قسم کا تصرف صحیح نہیں ہے۔

شرکتِ عقد

شرکتِ عقد یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ شرکاء کاروبار میں لگائے جانے والے سرمائے اور اس سے حاصل ہونے والے نفع میں طے شدہ تناسب سے شرکت کریں۔

شرکتِ عقد کی اقسام: شرکتِ عقد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

1. شرکتِ اعمال
2. شرکتِ اموال
3. شرکتِ وجوہ

1 شرکتِ اعمال (PartnershipinService)

یہ سرمائے کے بجائے کاموں میں شرکت ہوتی ہے۔ جیسے کپڑا بیچنے والا کسی درزی کے ساتھ معاہدہ کر لے کہ کپڑا میرا ہوگا اور سی تم دینا اور نفع باہمی رضامندی سے ہوگا۔

2 شرکتِ اموال (PartnershipinTrade)

یہ سرمایہ کاری میں شرکت ہے۔ چاہے سب شریک کام کریں یا ان میں سے بعض لوگ کریں، البتہ نفع باہمی طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔

3 شرکتِ وجوہ (Partnershipingoodwill)

یہ نہ سرمائے میں شرکت ہے نہ کام میں، بل کہ اس میں شرکاء اپنی ناموری کی بنیاد پر بازار سے ادھار سامان لاتے ہیں اور پھر نقد بیچ کر نفع طے شدہ تناسب سے تقسیم کرتے ہیں۔

شرکتِ مفاوضہ

پھر اگر شرکتِ عقد میں تمام شرکاء سرمائے، حقوق، ذمہ داریوں اور نفع میں برابر کے شریک ہوں تو اسے شرکتِ مفاوضہ کہتے ہیں۔ اس میں ہر شریک دوسرے کا وکیل بھی ہوتا ہے اور کفیل بھی ہوتا ہے یعنی شرکاء میں سے جو کوئی بھی کاروباری طور پر کوئی کام کرے گا تو سب اس کے ذمہ دار سمجھے جائیں گے، اسی طرح اگر کسی ایک شریک نے کاروبار کے لیے کہیں سے کوئی قرض وغیرہ لیا ہے تو قرض خواہ کو ہر ایک سے اپنا حق مانگنے اور وصول کرنے کا اختیار ہوگا۔

شرکتِ عنان

شرکتِ عقد میں اگر مذکورہ بالا چیزوں (سرمائے، حقوق، ذمہ داریوں اور نفع) میں برابری نہ ہو تو پھر اسے شرکتِ عنان کہتے ہیں۔ اس میں ہر شریک اپنے ساتھی کا صرف وکیل (ایجنٹ) تو سمجھا جائے گا کہ اسے اپنے کاروباری ساتھیوں کی طرف سے کسی بھی قسم کے معاہدہ کرنے کی اجازت ہوگی، لیکن وہ ایک دوسرے کے کفیل نہیں ہوں گے، یعنی اگر کسی ایک نے قرض لیا ہے تو قرض خواہ اس قرض کی واپسی کا مطالبہ بھی صرف اسی ایک سے کر سکے گا۔ باقیوں سے نہیں۔

شرکت کے صحیح ہونے کی شرائط

شرکت کے صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہے۔

1. تمام شرکاء عاقل ہوں، چنانچہ مجنون اور پاگل کا شرکت کا معاہدہ درست نہیں ہوگا۔
2. شرکت قائم کرنے کے لیے کسی جانب سے دباؤ نہ ہو بلکہ اپنی مرضی سے شرکت کا معاہدہ کیا جائے۔
3. نفع کا تناسب پہلے سے طے شدہ ہو۔
4. نقصان میں تمام شرکاء اپنے حصے کے بقدر شریک ہوں گے۔

نفع کی تقسیم کا طریقہ کار

نفع کو مقرر کرنا شرکت کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے، چنانچہ نفع مقرر کیے بغیر کی جانے والی شرکت شرکت شرعی طور پر صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شرکاء نفع کس تناسب سے تقسیم کریں گے تو فقہ حنفی کی رو سے نفع کا تناسب اور شیئر سرمایہ کاری کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن اگر کسی شریک نے یہ شرط لگا دی کہ وہ صرف سرمایہ فراہم کرے گا اور کام نہیں کرے گا یعنی سلیپنگ پارٹنر ہوگا تو ایسے شریک کا نفع اس کے لگائے ہوئے سرمایے کے بقدر ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ کسی صورت نہیں ہو سکتا۔ نفع کا تعین بقدر حصص ضروری ہے، اگر نفع اماؤنٹ میں متعین کیا تو یہ شرکت فاسدہ ہوگی اس لیے اس شرط کو ختم کرنا ضروری ہے۔

نقصان میں شرکت

اگر خدانخواستہ کاروبار میں نقصان ہو جائے تو ہر شریک اپنے سرمائے کے تناسب سے ذمہ دار ہوگا، چاہے وہ کام کرتا ہو یا سلیپنگ پارٹنر کے طور پر شریک ہو۔ نقصان کا تناسب سرمائے کے تناسب کے حساب سے ہوگا نہ کم ہونا چاہیے اور نہ زیادہ، بلکہ سرمایے کے بقدر ہر شریک نقصان برداشت کرے گا۔

شرکت متناقصہ (Diminishing Musharkah)

یہ شرکت کی جدید قسم ہے جو موجودہ زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تشکیل دی گئی ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں میں اس کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ یہ در حقیقت چند معاہدوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں سرمایہ کار اور اس کا کلائنٹ مشترکہ طور پر کوئی چیز خرید لیتے ہیں۔ کلائنٹ آہستہ آہستہ اس کے حصے خریدتا رہتا ہے اور بالآخر اس چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ شرکت متناقصہ مندرجہ ذیل طریقے سے مستعمل ہے۔

سرمایہ کار اور اس کا کلائنٹ باہم مل کر کوئی چیز خرید لیتے ہیں، یہ شرکتِ ملک ہے۔ پھر کلائنٹ اپنے شریک کا حصہ اجارہ کے طور پر لے لیتا ہے اور ساتھ ساتھ ادارے کے حصے کے یونٹ بنا لیے جاتے ہیں جو وقتاً فوقتاً کلائنٹ خریدتا رہتا ہے اور اپنے حصے کی ملکیت کو بڑھاتا رہتا ہے۔

یہاں اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ شرکت متناقصہ کی اس جدید شکل میں جو مختلف کنٹریکٹ جمع ہو رہے ہیں، ان کے لیے شرط یہ ہے کہ یہاں ایک کنٹریکٹ دوسرے کے لیے شرط نہ ہو، بلکہ ہر کنٹریکٹ الگ سے ہو اور اپنے متعین مقام سے ہو۔ اگر ایک کنٹریکٹ دوسرے کے لیے شرط بن رہا ہو تو پھر یہ شرعاً صحیح نہیں ہے۔ یہاں ایک یک طرفہ وعدہ ہوگا کہ کلائنٹ سرمائے کار کے حصے کو کرایہ پر لے گا اور وقتاً فوقتاً اس کو خریدتا رہے گا تو اس طرح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

فلسفۂ تعمیر

جمال اللہ فاروقی

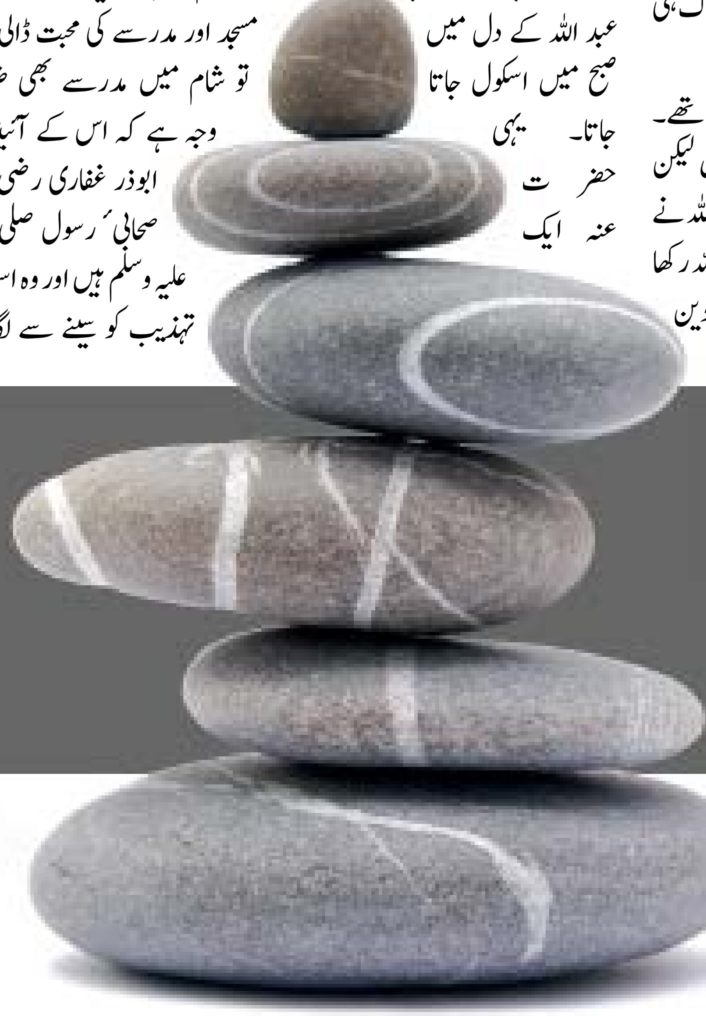

''آیئے نادیہ! کیسی ہیں آپ؟'' سارہ اپنی بچپن کی سہیلی کو خوش آمدید کہتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف لے گئیں۔

''بس اللہ کا شکر ہے۔'' نادیہ نے افسردہ لہجے میں کہا۔ وہ بوجھل قدموں سے چل رہی تھی۔

''نادیہ! آپ پریشان دکھائی دے رہی ہیں، خیر تو ہے ناں؟'' سارہ نے چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''کیا کہوں سارہ؟ اللہ پاک اولاد دے تو نیک ہی دے ورنہ تو نہ ہی دے۔ ابھی کل ہی راحیل نے چوری کی تو انھوں نے سارا محلہ سر پر اٹھالیا۔ ہماری تو ناک ہی کٹوا کر رکھ دی ہے کم بخت نے۔''

نادیہ اور سارہ دونوں کلاس فیلو تھیں اور دونوں کے گھر بھی قریب ہی تھے۔ دونوں ایک ساتھ ہی اسکول جاتیں اور ایک ساتھ ہی واپس آتیں تھیں لیکن شادی نے دونوں کے درمیان جدائی کروادی۔ شادی کے بعد دونوں کو اللہ نے نرینہ اولاد سے نوازا۔ نادیہ نے اپنے بچے کا نام راحیل اور سارہ نے عبداللہ رکھا لیکن بڑے ہو کر عبداللہ اور راحیل میں بڑا فرق تھا۔ عبداللہ ایک اچھا عالم دین اور راحیل بے ادب اور چور تھا۔ فلمی پوز لگانا اس کا ہر وقت کا معمول تھا اور سینما گھروں میں جانا اس کا پسندیدہ مشغلہ۔

''آپ کے بچے کی تربیت کس نے کی سارہ؟ کہ ہر فرد آپ کے بیٹے کی تعریف کیے نہیں تھکتا۔''

''نادیہ بہن! بچے کی تربیت کی باگ اس کی ماں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ بچے کی تربیت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

حضرت نے جواب دیا کہ جب بچہ تین ماہ کا ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو بچے کی تربیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو اس کی ماں کو چاہیے وہ مکمل اللہ کی طرف رجوع کرے کہ یہ پیدائش کے بعد بچے کو نیک بننے میں مدد دیتا ہے۔

بس میں نے اس قول کو سامنے رکھا اور عمل شروع کر دیا اور ان ایام میں نمازوں کی مکمل پابندی کی اور بجائے ٹی وی کے شوز دیکھنے کے، تلاوت اور ذکر میں مشغول رہتی۔

اور اسی طرح ولادت کے بعد ہی سے بچے کو اسلامی لباس شلوار قمیص پہناتی رہی اور پینٹ شرٹ وغیرہ سے بچے کو مکمل پرہیز کروایا تاکہ شروع سے بچے کے دل میں اسلامی لباس کی محبت بیدار ہو جائے۔ پھر جب بچے نے بولنا شروع کیا تو میں نے بہت اہتمام سے گالم گلوچ اور اُوٹ پٹانگ باتوں سے بچنا شروع کر دیا تاکہ کہیں وہ کوئی بری بات نہ سیکھ جائے، میں نے عبداللہ کو سب سے پہلے اُوٹ پٹانگ باتوں اور گالم گلوچ سکھانے کے بجائے (جیسا کہ اکثر والدین کرتے ہیں) سنت کے مطابق کلمۂ طیبہ سکھایا تاکہ اس کلمے کا یقین بچپن سے ہی بچے کے دل میں بیٹھ جائے اور جب اس کی تعلیم کا مرحلہ آیا تو میں نے ہمیشہ عبداللہ کے دل میں مسجد اور مدرسے کی محبت ڈالی۔ وہ صبح میں اسکول جاتا تو شام میں مدرسے بھی ضرور جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے آئیڈیل حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ اسلامی تہذیب کو سینے سے لگائے ہوئے ہے۔

اسی طرح میں نے عبداللہ پر ہمیشہ پیار کو درمیانہ رکھا۔ نہ زیادہ سختی اور نہ ہی زیادہ نرمی کی اور نہ ہی زیادہ لاڈ پیار کیا کیوں کہ زیادہ لاڈ بھی بچے کو خراب کرتا ہے۔ اور میرے بچے کی تربیت کا تو یہی ایک راز ہے۔''

''واقعی سارہ! بچے کی تربیت تو ماں ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور آپ نے کتنے اچھے انداز سے تربیت کر کے عبداللہ کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا ہے۔''

''کاش! ہر ماں میرے دل کا دکھڑا جان سکے اور اپنے بچوں کی تربیت آپ کے انداز میں کرنا شروع کر دے تاکہ بڑھاپے میں انہیں عبداللہ جیسی باادب اولاد نصیب ہو۔''

Perfect

19

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

نامحرم کو سلام کرنے کا حکم

سوال... کیا نامحرم عورتوں کو سلام کرنا چاہئے یا ان کے سلام کا جواب دینا چاہئے ؟ اگر سلام نہیں کرتے تو کہتے ہیں کہ ان کو ان کے ماں باپ نے کچھ سکھایا نہیں ہے اور اگر کوئی سلام کرتا ہے اور اس کا جواب نہیں دیتے تو ان کی دل آزاری ہوتی ہے ۔

جواب... نامحرم جوان عورت کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا خوفِ فتنہ کی وجہ سے ناجائز ہے ' البتہ کوئی بڑی بوڑھی ہو تو اس کو سلام کہنا (سلام کرنا یا کہنا) جائز ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ماں باپ نے کچھ سکھایا ہی نہیں ' ان سے یہ کہا جائے کہ ماں باپ نے نہیں ' بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہی سکھایا ہے کہ فتنے کی جگہ سے بچو ! اگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے تو اس کی پروانہ کی جائے ' کیونکہ کسی کی دل شکنی سے بچنے کے بجائے اپنی دین شکنی سے بچنا زیادہ اہم ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے : لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق۔ ترجمہ : جس کام سے اللہ ناراض ہوتے ہوں اس کام میں مخلوق کی بات ماننا جائز نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ' ص : ۳۲۱)

مخلوط تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کا حکم

سوال... میڈیکل اور انجینئرنگ کالجز میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے ' کیا شرعاً ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنا جائز ہے ' جبکہ جتنے بھی میڈیکل ' انجینئرنگ کالج اور یونیورسٹیاں ہیں وہاں مخلوط تعلیم ہی دی جاتی ہے ؟ اگر جائز نہیں تو ڈاکٹر اور انجینئر کیسے بنیں گے ' حالانکہ یہ ہر معاشرے کی نہایت ہی اہم ضرورت ہے ؟

جواب... میڈیکل اور انجینئرنگ کالجز وغیرہ میں مخلوط تعلیم کا رواج شرعاً جائز نہیں ' سخت گناہ و معصیت ہے۔ ذمہ دار افراد پر اس غیر شرعی نظامِ تعلیم کو ختم کرنا ضروری ہے ' تاہم لڑکیوں اور مردوں کے لئے ان اداروں میں مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی شرعاً گنجائش ہے :

1... اس نظام کو بدلنے کی جتنی کوشش کرسکتے ہیں ' ضرور بالضرور کریں ' خصوصاً دعا تو ہر ایک کرسکتا ہے۔

2... نامحرم لڑکیوں سے بالکل الگ تھلگ رہیں ' اگر کوئی ازخود رابطہ پیدا کرنا چاہے تو اسے سختی سے منع کردیں۔

3... نگاہوں اور دل کی حفاظت کا اہتمام کریں ' بدنظری سے بچیں۔

4... خصوصی استغفار اور دعائے حفاظت کا اہتمام کریں۔

5... کسی اللہ والے بزرگ کی مجلس میں ہفتہ وار یا کم از کم پندرہ یوم میں ایک بار جانے کا معمول بنائیں ' تاکہ اچھی صحبت کے فوائد حاصل ہوں۔

اگر ان شرائط پر عمل کیا جائے تو انشاء اللہ ! تعلیم کے ساتھ ساتھ مخلوطِ نظام کے مضر اثرات سے بھی اللہ تعالی حفاظت فرمائیں گے۔

بینک یا کسی اور مالیاتی ادارے میں منافع کی غرض سے رقم جمع کروانا

سوال... اخبارات واشتہارات میں مختلف کمپنیاں اور ادارے اشتہار دیتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ سرمایہ کاری کریں ' کوئی ۴ فیصد اور کوئی ۵ فیصد منافع دینے کا اقرار کرتا ہے۔ آیا ایسا منافع جائز ہے ؟ کیا بینک میں نفع و نقصان یعنی شراکت کے کھاتے سے حاصل شدہ منافع ' این ' ڈی ' ایف ' سی اور نیشنل سیونگ اسکیم سے حاصل شدہ منافع جائز ہے ' جبکہ ہمارا صرف روپیہ ہی لگا ہے ' محنت نہیں۔

جواب... ان دونوں سوالوں کا جواب سمجھنے کے لئے ایک اصول سمجھ لیجئے ! وہ یہ کہ جو روپیہ آپ کسی فرد ' کمپنی یا ادارے کو کاروبار کے لئے دیں ' اس کا منافع آپ کے لئے تین شرطوں کے ساتھ حلال ہے : پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کاروبار شرعاً جائز ہو ' اگر کوئی ادارہ آپ کے روپے سے ناجائز کاروبار کرتا ہے تو اس کا منافع آپ کے لئے حلال نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آپ کی شراکت اس ادارے کے ساتھ نفع و نقصان دونوں میں شرکت کی بنیاد پر ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس ادارے نے آپ کے ساتھ منافع فیصد کے لحاظ سے تقسیم کیا ہو۔ اگر منافع کی تقسیم مجموعی نفع کے بجائے آپ کی جمع کردہ رقم کے فیصد کے لحاظ سے ہو تو یہ حلال نہیں، مثلاً : اگر آپ نے کمپنی کو ایک لاکھ روپے دیئے اور کمپنی کے پاس اس کے علاوہ دیگر لوگوں کے ۹ لاکھ روپے ہیں، تو کمپنی آپ کو کل منافع کا ۱۰ فیصد دے، لیکن اگر کمپنی نے یہ طے کردیا کہ ایک لاکھ کا (مثلاً) ۵ فیصد نفع دیں گے تو یہ سود کے زمرے میں شامل ہوکر ناجائز ہوجائے گا۔ اس اصول کو آپ مذکورہ سوالوں پر منطبق کرلیجئے !

بہنوں سے ان کی جائیداد کا حصہ معاف کروانا

سوال... ہمارے معاشرے میں وراثت سے متعلق یہ روایت چل رہی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں سے بھائی اپنی بہنوں سے یہ لکھوالیتے ہیں کہ انہیں جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں چاہئے ۔ بہنیں (مروت میں یا مجبوری میں یا یہ سوچ کر کہ ملنا تو ہے نہیں) اپنے حصے سے دستبردار ہوجاتیں ہیں۔ اس طرح باپ کی تمام جائیداد بیٹوں کو منتقل ہوجاتی ہے۔ کیا شرعی لحاظ سے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے ؟

جواب... اللہ تعالی نے باپ کی جائیداد میں جس طرح بیٹوں کا حق رکھا ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق رکھا ہے ' لیکن ہندوستانی معاشرے میں لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم کیا جاتا ہے ' اس لئے رفتہ رفتہ یہ ذہن بن گیا کہ لڑکیوں کا وراثت میں حصہ لینا گویا ایک عیب یا جرم ہے۔ لہٰذا جب تک انگریزی قانون رائج رہا کسی کو بہنوں سے حصہ معاف کرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور جب سے پاکستان میں شرعی قانونِ وراثت نافذ ہوا ' بھائی ' بہنوں سے لکھوالیتے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں چاہئے۔ یہ طریقہ نہایت غلط اور قانونِ الٰہی سے سرتابی کے مترادف ہے۔ آخر ایک بھائی دوسرے کے حق میں کیوں دستبردار نہیں ہوجاتا ؟ اس لئے بہنوں کے نام ان کا حصہ کردینا چاہئے۔ سال دو سال کے بعد اگر وہ اپنے بھائی کو واپس دینا چاہیں تو ان کی مرضی ہے ' ورنہ موجودہ صورتحال میں وہ خوشی سے نہیں چھوڑتیں ' بلکہ رواج کے تحت مجبوراً چھوڑتیں ہیں۔

بہنوں سے ان کی جائیداد کا حصہ معاف کروانا

سوال... ہمارے والد مرحوم ترکہ میں ایک بڑا مکان ' مین بازار میں پانچ دکانیں اور چار سو گز کا ایک پلاٹ جو کمرشل استعمال میں ہیں ' چھوڑ کر فوت ہوئے۔ اس تمام پراپرٹی کی مارکیٹ ویلیو تقریباً چالیس لاکھ روپے ہیں۔ ہمارے تمام بھائی ماشاء اللہ ! اچھی اچھی جگہوں پر برسرروزگار ہیں ' گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں ' مگر ہم شادی شدہ بہنوں کے گھریلو حالات صحیح نہیں ' مشکل سے گزارا ہوتا ہے ' مگر ہماری والدہ ہم بہنوں کا حصہ دینے کو تیار نہیں ' وہ کہتی ہیں : ”بہنوں کو جہیز دیدیا گیا ' باقی تمام ترکہ لڑکوں کا ہے۔“ جبکہ شادی میں ہمیں بمشکل چالیس پچاس ہزار کا جہیز دیا گیا ' وہ بھی زیادہ تر خاندان والوں کے تحفے تحائف تھے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا ہماری والدہ کا فرمانا صحیح ہے یا ہم اپنا حصہ لینے میں حق بجانب ہوں گے ' نیز اس سلسلے میں والدہ پر دباؤ ڈالنا گستاخی تو نہ ہوگی ؟ ہماری والدہ کو بحیثیت سرپرست اس وقت کیا دینی ذمہ داری ادا کرنا چاہئے ؟

جواب... آپ کے والد مرحوم کے ترکہ میں لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کا شریعت نے حق رکھا ہے ' دو لڑکیوں کا حصہ ایک لڑکے کے برابر ہوگا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا یہ کہنا کہ : ”لڑکیوں کو جہیز مل چکا ہے ' لہٰذا اب ان کو جائیداد میں حصہ نہیں ملے گا۔“ چند وجوہ سے غلط ہے :

اوّل... اگر لڑکیوں کو جہیز مل چکا ہے تو لڑکوں کی شادی پر بھی تو ہزاروں ' لاکھوں روپیہ خرچ ہوچکا ہے ' اب از روئے انصاف یا تو لڑکوں کو بھی جائیداد سے محروم رکھا جائے یا لڑکیوں کو بھی شرعی حصہ دیا جائے۔

دوم... لڑکیوں کو جہیز تو والد کی زندگی میں دیا گیا اور وراثت کے حصے کا تعلق والد مرحوم کی وفات سے ہے ' تو جو چیز والد کی وفات سے حاصل ہوئی اس کی کٹوتی والد کی زندگی میں کیسے ہوسکتی ہے ؟

سوم... ترکہ کا حصہ تو متعین ہوتا ہے کہ کُل جائیداد اتنی مالیت کی ہے اور اس میں فلاں وارث کا اتنا حصہ ہے ' لیکن جہیز کی مالیت تو متعین نہیں ہوتی ' بلکہ والدین حسبِ توفیق دیا کرتے ہیں ' پس جہیز ترکہ کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے ؟

چہارم... پھر ایک چیز کے بدلے دوسری چیز دینا ایک معاملہ ' ایک سودا اور ایک لین دین ہے ' اور کوئی معاملہ اور سودا دو فریقوں کے بغیر نہیں ہوا کرتا ' تو کیا والدین اور لڑکیوں کے درمیان یہ سودا طے ہوا تھا کہ یہ جہیز تمہیں تمہارے حصہ وراثت کے بدلے میں دیا جارہا ہے ؟

پنجم... والدین اپنی زندگی میں جو کچھ اپنی کسی ایک اولاد کو یا سب اولادوں کو دیں، وہ ان کی طرف سے ہدیہ (gift) ہوتا ہے، اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ اولاد کو میراث میں حق والد یا والدہ کے انتقال کے بعد ہی ملتا ہے، اگر جہیز کی رقم لڑکیوں کی میراث سے کاٹ رہے ہیں، تو والد نے لڑکوں کی تعلیم، شادی وغیرہ پر جو خرچہ کیا ہے، اسے بھی لڑکوں کی میراث سے کاٹنا چاہیے ! ! ! جب لڑکوں کے حق میں کٹوتی نہیں کرتے تو لڑکیوں پر ظلم کرکے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہیں ؟؟؟

ادرک

باورچی خانہ اور ہماری صحت

حکیم شمیم احمد

قرآن حکیم میں سونٹھ کے متعلق ذکر آیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسا مشروب پلائیں گے جس میں ادرک کی مہک ہوگی“ (الدہر: 17)
حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ روم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زنجبیل (ادرک) کا ایک مرتبان تحفہ کے طور پر پیش کیا۔
حضور ﷺ اسے قبول فرمانے کے بعد تمام لوگوں کو ایک ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا جسے میں نے کھایا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: 2509)

موسمی بخار اور گلے کی خراش کا علاج

سونٹھ، برگِ تلسی، دار چینی، لونگ اور کالی مرچ سب کو پانی میں جوش دے کر چینی ملا کر چھان کر پینے سے موسمی بخار (فلو)، کھانسی، گلے کی خراش اور درد دور ہو جاتا ہے۔

سمر کارا چورن

قدیم اطباء کا ”سمر کارا چورن“ کے نام سے ایک مقبول نسخہ ہے۔ جو قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ الائچی خورد، دار چینی، مرچ سیاہ، مرچ سرخ، سونٹھ اور چینی تمام اجزاء ہموزن لے کر سفوف تیار کر لیں۔ 3/4 چمچ بعد ناشتہ ہمراہ پانی لیں۔ بد ہضمی پیٹ کی خرابی اور بواسیر میں مفید ہے۔

ادرک سے ہر قسم کے درد کا علاج

ایک جدید تحقیقات کے مطابق ادرک کے استعمال سے عضلات کے درد اور کھچاؤ میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ نیویورک میں یونیورسٹی آف جارجیا میں ہونے والی ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ ادرک میں پائے جانے والے اجزاء درد کش ادویہ کی طرح کا اثر رکھتے ہیں، جبکہ ان کا کوئی مضر صحت اثر بھی نہیں ہوتا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ادرک کا روزانہ استعمال گھریلو کام کاج یا ورزش سے پیدا ہونے والے دردوں میں آرام دیتا ہے۔

بے قاعدہ ماہواری میں مفید

ادرک کو کرش کر کے ایک کپ پانی میں ابال کر ایک چمچ شہد ملا کر نیم گرم پلائیں۔ بے قاعدگی ایام اور ماہانہ تکلیف میں فائدہ مند ہے۔

حافظہ کے لیے مفید نسخہ

سونٹھ: 10 گرام   مصطگی رومی: 5 گرام   مغز پستہ: 50 گرام   شہد: 100 گرام
کشتہ نقرہ: 1.5 گرام۔   تمام ادویہ کا سفوف کر کے شہد میں ملا کر صبح نہار منہ اور سوتے وقت 6-6 گرام استعمال کریں۔ حافظہ کیلئے مفید ہے۔

ادرک کے گھریلو اور طبی فوائد

اس کے گھریلو اور طبّی فوائد اور استعمال اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

- ادرک گیس اور جوڑوں کے درد کا قلع قمع کر دیتی ہے۔
- یہ سانس سے بدبو کو دور کر کے منہ کے خراب ذائقہ کو ٹھیک کرتی ہے۔ (بقیہ ص 33 پر)

مراسلات

السلام علیکم! جناب مدیر صاحب! امید ہے کہ آپ اور آپ کی ٹیم خیر و عافیت سے ہوگی۔ کچھ ہی عرصہ قبل یہ سوچ ذہن میں آئی تھی کہ اپنے ”اقبال... فہمِ دین“ میں امتِ مسلمہ کے ایمان کی تجدید اور ہمتوں کو بلند کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے واقعات کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے، لیکن دو ماہ سے کچھ وجوہات کی بناء پر یہ پیغام آپ تک نہ پہنچا سکا، اسی دوران جناب حذیفہ رفیق صاحب ہم سے سبقت لے گئے اور انہوں نے ”قابلِ اقتدا ہستیاں“ کے عنوان سے پاکیزہ مضامین کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اب میری رائے ہے کہ اس سلسلے کو جاری رکھا جائے۔ یہ ”فہمِ دین کے اقبال“ کی امت کے لیے ایک گراں قدر خدمت ہوگی۔

مرسلہ: عمار صدیق، کراچی

جواب: فہمِ دین کا اقبال اس سلسلے میں پہلے سے ہی فکر مند تھا اور اطلاعاً عرض ہے کہ یہ سلسلہ تقریباً ایک سال سے ہی چل رہا ہے، البتہ اس کے اوپر ”قابلِ اقتدا ہستیاں“ کا لوگو نہیں لگا رہے تھے، جواب شروع کیا ہے، انشاء اللہ! آپ کی رائے کے مطابق ہم اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔

السلام علیکم! میں فہمِ دین بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ اکتوبر کا فہم دین بہت اچھا لگا۔ ”اپنا قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے“ ایک اچھا فکری مضمون ہے۔ اسی طرح حذیفہ رفیق کے سارے آرٹیکل ہی مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ یہ تابعین پر بہت اچھا انتخاب لگاتے ہیں۔ یہ صفات واقعی آج کے معاشرے کی ضرورت ہیں۔ آئینہ زندگی بھی میں بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ غرض اس رسالے کے سارے آرٹیکل ہی مجھے وقت کی ضرورت محسوس ہوتے ہیں اور میرے دِل پر اثر کرتے ہیں اور اللہ اس رسالے کو خوب ترقی سے نوازے۔ والسلام

مرسلہ: سید نور الدین، کراچی

مدیر صاحب اور دیگر جملہ سٹاف کو السلام علیکم قبول ہو۔ بعد سلام عرض ہے کہ نومبر کا شمارہ نہایت ہی دل چسپ اور خوب صورت تھا۔ خاص کر کے نیو سیریل ”کھانا“ بہت اچھی لگی، یہ اس کی پہلی قسط تھی، لیکن معاشرتی موضوع پر بہت عمدہ ابتدا لگی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کے رسالے اور ادارے کو مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین

مرسلہ: سید عمر فاروق شاہ کوہاٹ

السلام علیکم! بی بطحٰی کہانی بہت عمدہ ہے، الماس روحی کی کہانیاں آسان اور عمدہ الفاظ کے چناؤ کے ساتھ ہیں اور میری بچی کو اس کا انتظار رہتا ہے۔

مرسلہ: فریدہ مسعود، کراچی

Zaiby

24

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

قسط نمبر 2

امِّ مصطفیٰ

”نہیں نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں ہے لیکن حالات کے پیش نظر کچھ دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔ آپ رات 12 بجے تک لوٹ آیا کرو۔“

”OK باس!“ ملیحہ نے شوخی سے والد کو جواب دیا اور اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر کار پورچ کی طرف بڑھ گئی۔

سیٹھ قمر اپنی بیٹی کو محبت بھری نگاہوں سے جاتا دیکھتے رہے جب کہ نجمہ بیگم دکھ سے آہ بھر کر رہ گئیں۔

ooo

”سیٹھ صلاح الدین نے عاصم صاحب کو دوبارہ بلوایا ہے۔“ چپڑاسی نے کیو

”عاصم صاحب! دیکھیے کہ میرے ایک غلط فیصلے نے میرے بیٹے کی زندگی کو ویران کر دیا ہے۔ اب میں صحیح فیصلہ کر کے اپنے اس غلط فیصلے کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔“

سیٹھ صلاح الدین بجھے بجھے سے لہجے میں اپنے سابقہ فیصلے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے جب کہ عاصم صاحب اپنی باشرع بچی کی قسمت پر ناز کر رہے تھے کہ جس کا ہاتھ ایک لینڈ لارڈ نے مانگا تھا اور وہ اس وقت کو کوس رہے تھے جب وہ عفیفہ کو اس کے شرعی پردے اور اس کی دین داری پر تنقید کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ واقعی ان کی بچی کا صبر رنگ لایا تھا اور ایسا رشتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بھیجا تھا۔

”جی عاصم صاحب! تو آپ کس گہری سوچ میں مگن ہیں؟“ سیٹھ صاحب دوبارہ گویا ہوئے۔

اپارٹمنٹ میں آکر اطلاع دی۔ عاصم صاحب جو کچھ دیر پہلے مطمئن ہو کر بیٹھے تھے‘ ان کے منہ پر پھر ہوائیاں اڑنے لگیں اور وہ ہانپتے کانپتے سیٹھ صاحب کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ اندر کا منظر دیکھ کر عاصم صاحب مزید پریشان ہوگئے۔ سیٹھ صلاح الدین اور عدنان دونوں ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ عاصم صاحب استفہامیہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔ سیٹھ صلاح الدین نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر سیٹھ صلاح الدین نے عاصم صاحب سے ملتجیانہ لہجے میں بات شروع کی اور ان سے ان کی بیٹی کا ہاتھ عدنان کے لیے مانگا۔ ان کی یہ بات سن کر عاصم صاحب یکدم چونک کر کھڑے ہوگئے۔

سیٹھ صاحب نے ان سے کہا: ”آپ جانتے ہیں کہ ہمارا خاندان مذہبی سوچ کا حامل ہے اور جب آپ نے اپنی بیٹی کے شرعی پردے کا ذکر کیا تو مجھے اپنے بیٹے عدنان کی ویران زندگی میں دوبارہ بہار لانے کا خیال سوجھا اور اسی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میں نے عدنان کو یہاں بلا کر تمام بات اس کے گوش گزار کی اور اب آپ سے اپنے بیٹے کی خوشحال زندگی کا سوال کر رہا ہوں۔ آپ عدنان کے متعلق مکمل تحقیقات کر لیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کوئی جلدی نہیں مگر آپ انکار مت کیجیے گا۔“

”سیٹھ صاحب! تحقیقات کی بات کر کے آپ مجھے شرمندہ مت کیجیے۔“ عاصم صاحب نے کہا۔

عاصم صاحب‘ سیٹھ صاحب کے پکارنے پر خیالوں کی دنیا سے واپس لوٹ آئے اور اپنے گھر والوں سے مشورہ کرنے کا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہاں سے نکل کر سیدھے فیکٹری کی مسجد میں گئے اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی بیٹی عفیفہ کو بے جا تنقید کرنے پر معافی طلب کی اور پھر اس کے بعد دو رکعت نوافل شکرانے کے ادا کیے اور یہ سوچنے لگے کہ قسمت یوں بھی کھلتی ہے۔

ooo

”سنیے! وہ مسز عمران کا فون آیا تھا۔ وہ اپنی نند کے بیٹے شہروز کے لیے ملیحہ کا کہہ رہی تھیں۔“ نجمہ بیگم نے بلا تمہید ساری بات سیٹھ قمر الدین کے گوش گزار کر دی۔

”آہم م م...“ سیٹھ صاحب قدرے توقف سے بولے۔

”کیا انہوں نے بچی کی پہلی شادی اور طلاق کا ذکر ان سے کیا ہے؟“ سیٹھ قمر الدین نے ٹھہر ٹھہر کر سوال کیا۔

”جی... ! ان کے علم میں ہے مگر لڑکا انگلینڈ میں رہتا ہے۔“

”ہوں...“ سیٹھ صاحب نے گلہ کھنکارتے ہوئے کہا۔

”آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟ کیا اسے باہر بھیجنا مناسب رہے گا؟“

(جاری ہے)

مسٹر عالی ظرف اماں جان اور ویک اینڈ

اسلام اللہ خان

ہفتے کا آخری دن جو مغرب زدہ یا ماڈرن ازم کے آزاد خیال دلدادہ مسلمانوں میں وِیک اینڈ (week end) کی اصطلاح دھار کر مقبول و معروف ہے، یعنی اتوار سے پہلے سنیچر کا دن مسلمانوں میں خرافات کی پذیرائی کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے۔ شادی بیاہ کے حوالے سے مہندی مایوں کی ہندی تہذیب سے مستعار رسومات ہوں یا پاکستانی معاشرے کی نمائندہ رسومات ہوں، پیدائش کی سالگرہ یا سال کی سالگرہ کی تقریب ہو یا عقیقے کی سنت کو غیر اسلامی طریقے سے ادا کرنا اور انجوائے کرنا ہو، اس کے لیے عام طور پر ہفتے کی رات ہی منتخب کی جاتی ہے اور دل کے ارمان نکالے جاتے ہیں۔

وہ ایک ہفتے کی ایسی ہی رات تھی کہ قاری علیم خان کے پڑوس میں ساری رات مہندی مایوں کے گانوں، ڈھولکی کی ضربوں، تالیوں کی گونج، جھانجر کی جھنکاروں اور ڈانڈیا کی کٹاکٹ کی آوازوں نے مل کر شب کے سکون کو پراگندہ کر دیا تھا۔

قاری علیم خان کی ضعیف والدہ بوجہ عارضۂ سرطان تکلیف میں مبتلا تھیں۔ ڈاکٹروں نے مایوس ہو کر اسپتال سے ڈسچارج کر کے گھر بھیج دیا تھا۔ انھیں آرام و سکون کی ضرورت تھی۔ انھوں نے سکون کی خاطر نیند کی گولی بھی کھا رکھی تھی۔ ان پر نیند کی گولی کے اثر سے نیند کا غلبہ طاری ہوتا، آنکھیں نیند سے بند ہونے لگتیں تو وقفے وقفے سے دھماکہ خیز پٹاخے داغے جانے کی وجہ سے خاموش فضا مرتعش ہو رہی تھی۔ بارود کی بو اور دھوئیں کے بادلوں سے فضا مکدر ہو رہی تھی اور ہر دھماکے کی آواز پر اماں جان کسی معصوم بچے کی طرح چونک پڑتیں۔ بے ہنگم شور و شرابے سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بار بار کانوں کو ہاتھ لگا کر استغفار کا ورد کر رہی تھیں، انھوں نے علیم خان کو ہاتھ کے اشارے سے پاس بلا کر نحیف آواز میں احتجاجاً کہا "بیٹا! ان لوگوں کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں؟"

"اماں جان اس کا اختیار حکومت کے پاس ہے۔ وہ چاہے تو سب کچھ کر سکتی ہے۔ جس طرح کئی برس پہلے شادی ہالوں میں تقریبات بارہ بجے ختم کر دینے کا قانون نافذ کیا تھا، اسی طرح وہ اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے قانون بنا کر نافذ کر سکتی ہے۔ قانون بنا کر اس پر عمل درآمد کرایا جائے تو عمل ہو گا۔ ورنہ کون کسی کی سنتا ہے۔"

"ہاں بیٹا! یہی ایک طریقہ ہے، ورنہ دوسروں کی تکلیف محسوس کرنے والوں کا اب فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ اچھا چھوڑو! تم میرے تیمّم کا بندوبست تو کر دو تاکہ تہجد ادا کر لوں۔"

قاری علیم خان نے تیمّم کا بندوبست کر دیا تو اماں جان نے بیٹے کی فرماں برداری کو سراہتے اور دعا دیتے تیمّم کیا اور چارپائی پر ہی قبلہ رُو ہو کے تہجد کے نفلوں کی نیت باندھ لی۔ قاری علیم خان نے دیوار پر ٹک ٹک کرتے ہوئے وال کلاک پر نظر ڈالی اور خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ اوہو! ابھی تو صبح ہونے میں کافی وقت پڑا ہے اور پڑوس کی تقریبِ پُرفتن اب شباب پر آئی ہے۔ اماں جان کو آرام و سکون کی ضرورت ہے۔ اگر شور شرابہ رکے یا کم ہو تو وہ تہجد سے فارغ ہو کر شاید کچھ دیر کے لیے نیند کر لیں، لیکن جو طوفان پڑوس میں برپا ہے وہ رکنے کا نام نہیں لے رہا، کچھ تو کرنا پڑے گا۔ بس بہت ہو گیا محلّہ داری اور ہمسائیگی کا لحاظ، قاری علیم خان نے بھی اس شور و غل میں پراگندہ ذہن کے ساتھ تہجد ادا کی اور نیکی کی اُمید لے کر پڑوس میں پہنچ گئے۔ شامیانہ برقی قمقموں کی روشنیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ مہمانوں کا ہجوم جھوم رہا تھا، نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا ایک مخلوط ٹولہ موسیقی کے زیر و بم کے ساتھ تھرک رہا تھا۔ اتفاق سے خاندان کے سربراہ مسٹر عالی ظرف نظر آ گئے۔ وہ شوخ رنگ کی ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھے۔ قاری صاحب ان کی طرف لپکے کہ وہ مبادہ چھلاوے کی طرح مہمانوں کے ہجوم میں غائب ہو جائیں۔

سامنا ہوا تو رسمی علیک سلیک کے بعد مسٹر عالی ظرف شکایتاً گویا ہوئے۔ "قاری صاحب! آپ کی فیملی بھی تو تقریب میں مدعو تھی۔"

"جی! بجا فرمایا آپ نے! بہت شکریہ۔ دراصل میری والدہ صاحبہ علیل ہیں، رات کو ان کی تکلیف میں عموماً اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی بے آرامی اور بے سکونی محسوس کرتے ہوئے تکلیف سے کراہ رہی ہیں، انہیں پل پل تیمارداری کی سخت ضرورت ہے۔ ہم سب اُن کی خدمت میں مصروف ہیں۔"

"ارے صاحب ایسا بھی کیا... تھوڑی دیر کے لیے ہی آ جاتیں، اب ایسا موقع بار بار تو آئے گا نہیں۔"

"جی وہ تو ٹھیک ہے، لیکن والدہ صاحبہ اس وقت بیماری کی اذیت میں سخت الجھن سے دوچار ہیں۔"

"خیر سے! کیا بیماری ہے؟ بیگم صاحبہ کچھ کہہ تو رہی تھیں، میں ہی دھیان نہ دے سکا۔"

"وہ کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔" قاری صاحب نے سرد آہ بھرتے ہوئے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔

"اوہ! اللہ خیر کرے گا، اللہ پاک انہیں صحت و تندرستی دے۔" عالی ظرف صاحب نے انسان دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مفت مشورہ بھی دے ڈالا کہ:

"ارے صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں، حکومت نے سرکاری اسپتال کھول رکھے ہیں، انہیں تو اس وقت اسپتال میں ہونا چاہیے تھا، اسپتال کا عملہ آپ سے بہتر طور پر ان کی دیکھ بھال کر سکتا ہے۔ اب دیکھیے ناں! پتہ نہیں کس وقت ہنگامی طور پر طبّی امداد کی فوری ضرورت پڑ جائے، پھر آپ کیا کریں گے۔"

"آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر لیکن سردست تو انسانیت اور اخلاقیات کے تمام تقاضے آپ ہی کر طرف متوجہ ہو رہے ہیں، جنہیں آپ کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" مسٹر عالی ظرف نے پینترا بدلا تو معاملے کی نزاکت کو قاری صاحب بھی بھانپ گئے۔

"یہی کہ آج کل ہندی تہذیب و ثقافت کی تقلید کرتے ہوئے ہم میں بیشتر مسلمان اپنی تہذیبی اقدار سے ہٹتے جا رہے ہیں، صرف رونق اور انجمن آرائی کے نام پر ہم نے ایسی ایسی رسموں اور رواجوں کا اختراع کر لیا ہے جو اسلامی رویے کے منافی ہیں۔"

"یہ تو ہم بھی جانتے ہیں، لیکن گھر میں بچی کی شادی کا پہلا موقع ہے، اگر بچے تھوڑا بہت ہلّہ گلّہ کر رہے ہیں تو پڑوسی ہونے کے ناطے آپ کو بھی برداشت کا تھوڑا مظاہرہ کرنا چاہیے۔"

"دیکھیے اگر آپ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بند کرا دیں یا شور و غل کم کروا دیں تو بڑا احسان ہو گا اور اب تو تھوڑی دیر میں فجر کی اذانیں بھی ہونے والی ہیں۔ کچھ تو خیال کریں، اس ہنگامے کو بند کرا دیں۔"

"بس قاری صاحب! آپ ہی مسلمان نہیں، ہم بھی مسلمان ہیں اور وہ جو آپ لوگ نعت خوانی اور عرس کے نام پر قوالیوں کی محافل جماتے ہیں، پوری آواز کھول کر پروگرام کرتے ہیں کہ اس کی آواز سے زمین و آسمان لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟ تب آپ کو کسی کے آرام و سکون کا خیال نہیں آتا۔"

مسٹر عالی ظرف کے چہرے میں بتدریج بڑھتی ہوئی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے علیم خان نے سوچا کہ بھینس کے آگے بین بجانا فضول ہے۔ اس لیے واپس مڑتے ہوئے نرمی سے آخری جملہ کہا: "اچھا صاحب! رات آپ کی ہے۔ ویک اینڈ آپ کا ہے۔ جس طرح آپ چاہیں انجوائے کریں اپنی تقریب کو، ہم کون ہوتے ہیں مداخلت کرنے والے۔" پھر قاری صاحب گھر کی طرف چل پڑے اور عالی ظرف صاحب ایک فاتحانہ اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ ڈھولکی کی آواز پر تھرکنے والے نوجوان کے حلقے میں غرق ہو گئے۔

مسٹر عالی ظرف کو اپنے ساتھ قدم سے قدم ملاتا دیکھ کر نوجوان کے طائفے نے خیر مقدمی نعرہ لگا کر انہیں خوش آمدید کہا تو موسیقی کی آواز اور زیادہ بڑھا دی گئی اور تھرکتے جسموں کے ساتھ مسٹر عالی ظرف بھی والہانہ رقص کا حصہ بن گئے۔ ادھر قاری علیم خان ہمسائے کی بے حسی پر افسوس کرتے ہوئے دکھے اور مغموم دل کے ساتھ گھر کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے آنے والی رونے کی آوازیں سن کر ان کے قدم برف کی سِل کی طرح منجمد ہو کر رہ گئے۔ ان کے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا، خواتین کے رونے اور بین کرنے کی آوازیں پڑوس کی ہنگامہ خیز آوازوں کا منہ چڑا رہی تھیں۔ قاری علیم خان کو یہ سوچ کر تسلی ہو گئی تھی کہ اماں جان کو جوابدی آرام و سکون مل گیا ہے، اسے اب کوئی برباد نہیں کر سکتا۔

باپ کا بیٹی کے نام خط

محمد دانش

غیر مسلم اسلام کی دہلیز پر اور ہم ویلنٹائن ڈے کی راہ پر

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! آج کل اکثر لڑکیوں کا ملازمت کرنا فیشن بنتا جارہا ہے، وہ شروع سے ہی ذہن بنالیتی ہیں کہ تعلیم حاصل کر کے ملازمت کرنی ہے۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ شادی ہونے کے بعد بھی وہ اپنی ملازمت نہیں چھوڑنا چاہتیں اور گھر کی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کرنا چاہتی ہیں، جبکہ ان کے شوہروں کی معقول آمدنی ہوتی ہے۔ یوں میاں بیوی میں باہمی چپقلش پیدا ہو کر بات علیحدگی تک پہنچتی ہے۔ اس کے برعکس بہت سی پڑھی لکھی بچیاں مجبوراً ملازمت کرتی ہیں کیونکہ ان کے گھر میں کوئی کمانے والا نہیں ہوتا اور چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت ان کو کرنی پڑتی ہے۔ ایسے موقع پر خاندان والے حیلے بہانے کر کے ان سے اپنا رُخ موڑ لیتے ہیں اور انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ محلے والے اور پڑوسی بھی ایسے موقع پر ان پر توجہ نہیں دیتے۔ معزز قارئین صرف نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ ادا کر دینا ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان کا ہر ایک نیک عمل عبادت سے تعبیر ہے اور روزِ محشر ہم سے پوچھا جائے گا کہ بے سہارا مجبور اور بے کس لوگوں کی خبر گیری کیوں نہیں کی۔

ایک نومسلم کا واقعہ انہی کی زبانی ملاحظہ ہو: میرا پہلا نام گنگارام چوپڑا تھا۔ میں روہتک کے ایک گاؤں میں ایک پڑھے لکھے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا۔ میری شادی ایک بڑے گھرانے میں ہوئی۔ میری بیوی مجھ سے زیادہ پڑھی لکھی تھی اور شادی کے وقت وہ ایک ادارے میں ملازم تھی۔ میری خواہش تھی کہ میری بیوی گھریلو عورت بن کر سکون سے رہے۔ میں نے بہت اصرار کر کے اس کی نوکری چھڑوا دی، کیونکہ یہ فیصلہ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تھا، اس لیے ہماری زندگی ناخوشگوار ہو گئی۔ بات بڑھ گئی اور وہ اپنے میکے چلی گئی، اس بات کو دس سال گزر گئے ہیں۔ اس کے گھر والے میری جان کے دشمن بن گئے اور بات عدالت تک جا پہنچی۔

عدالت میری بیوی کے حق میں فیصلہ دینا چاہتی تھی اور میرا خیال تھا کہ مجھے سزا اور جرمانہ دونوں بھگتنا پڑے گا۔ میرے وکیل نے مجھے مشورہ دیا کہ اگر آپ کہیں سے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کر لیں تو اسے عدالت میں پیش کر کے بہت آسانی سے آپ کی جان بچ سکتی ہے۔ مجھے مشورہ دیا گیا کہ یوپی کے ضلع مظفر نگر میں ایک جگہ پھلت ہے، وہاں مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب رہتے ہیں، آپ وہاں چلے جائیں، وہاں آپ کی کوئی رقم بھی خرچ نہیں ہو گی اور سارا کام قانونی طور پر ہو جائے گا۔ چنانچہ میں اپنے ڈرائیور مہندر کے ساتھ شام کو پھلت پہنچا، رمضان کا مہینہ تھا، مولانا صاحب مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب مجھے مسجد میں مولانا صاحب کے پاس لے گئے۔ میں نے ان سے اپنے آنے کا مقصد صاف صاف بیان کر دیا کہ مجھے اسلام قبول کرنے کا سرٹیفیکیٹ چاہیے۔ یہ مجھے اپنی بیوی کے مقدمہ سے بچنے کے لیے عدالت میں جمع کرانا ہے۔ مجھے نہ اپنا دھرم بدلنا ہے اور نہ میں اپنا دھرم بدل سکتا ہوں۔ مجھے صرف سرٹیفیکیٹ چاہیے۔ مولانا صاحب نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ عدالت میں بھی یہی کہہ کے سرٹیفیکیٹ داخل کریں گے کہ میں مسلمان نہیں ہوا ہوں بلکہ صرف جعلی سرٹیفیکیٹ بنوایا ہے؟ نہیں، عدالت میں تو میں یہی کہوں گا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، اس لیے میری بیوی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا صاحب نے کہا: جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ مسجد ہے، اللہ کا گھر ہے جس کی عدالت میں آپ کو ہم سب کو ایک دن پیش ہونا ہے، وہاں سب سے پہلے ایمان و اسلام کے سرٹیفیکیٹ کے بارے میں سوال ہو گا اور وہاں جعلی سرٹیفیکیٹ قبول نہیں کیا جائے گا، اس پر وہاں ہمیشہ کی نرک (دوزخ) کی جیل میں سزا ہو گی خیر، یہ تو آپ کا اور آپ کے پیدا کرنے والے مالک کا معاملہ ہے۔ مگر میرا کہنا یہ ہے کہ ہم سے یہ کیوں کہتے ہیں کہ مجھے مسلمان نہیں ہونا ہے۔ آپ ہم سے یہ کہئے کہ مجھے مسلمان کر دیجئے اور ایک سرٹیفیکیٹ بھی چاہیے، ہم آپ کو کلمہ پڑھوا دیتے ہیں، دلوں کے بھید تو ہم نہیں جانتے، ہم تو یہ سمجھ کر آپ کو مسلمان کر لیں گے کہ آپ سچے دل سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمارا آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے مالک نے ایک آدمی کے ایمان کا ذریعہ بننے پر ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور ہماری انشاء اللہ بخشش ہو جائے گی۔ جہاں تک دل کا معاملہ ہے وہ دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا مالک دلوں کو پھیرنے والا بھی ہے۔ کیا خبر وہ آپ کو سچا ایمان والا بنا دے۔ پھر ہم آپ کو سرٹیفیکیٹ بھی بنوا دیں گے اور وہ ہمارے نزدیک سچا سرٹیفیکیٹ ہو گا۔ ہم جعلی

کوئی کام نہیں کرتے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے میں سچے دل سے مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور مجھے سرٹیفیکیٹ بھی چاہیے، مولانا صاحب نے مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتایا اور یہ بھی کہا کہ موت کے بعد اس بڑے حاکم اور بڑی عدالت میں ہم سب کو پیش ہونا ہے۔ وہاں نہ جھوٹی گواہی چلے گی نہ سرٹیفیکیٹ۔ اگر اُس مالک کے لیے سچے دل سے یہ کلمہ جو میں آپ کو پڑھوا رہا ہوں، پڑھ لو گے تو موت کے بعد کی ہمیشہ کی زندگی میں آپ کے لیے سورگ (جنت) ہو گی، چاہے آپ ظاہری طور پر کسی سے مسلمان ہونے کا ذکر بھی نہ کریں۔ مولانا صاحب نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور اس کا ہندی ارتھ (ترجمہ) بھی کہلوایا اور مجھ سے اکیلے اللہ کی بندگی کرنے اور اس کے سچے رسول کی تابعداری کا عہد بھی کرایا اور میرا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔

مولانا صاحب نے بتایا کہ ہمارے مدرسہ کا دفتر اب بند ہو گیا ہے۔ آپ رات یہاں رُک جائیں۔ صبح نو بجے انشاء اللہ میں آپ کو سرٹیفیکیٹ بنوا دوں گا۔ آپ چاہیں تو مسجد میں ہمارے ساتھیوں کے ساتھ قیام کر لیں۔ یہاں آپ کو اچھے لوگوں کی صحبت ملے گی اور چاہیں تو ہمارے گھر بیٹھک میں آرام کر لیں۔ میں نے مسجد میں قیام کرنے کے لیے کہا۔ سینکڑوں لوگ مولانا کے ساتھ مسجد میں رو رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد سب لوگ اُٹھ گئے۔ اپنے مالک کے سامنے رونے اور اس کی بڑائی اور ذکر کرنے والے یہ لوگ مجھے بہت اچھے لگے۔ میں بھی اُٹھ کے بیٹھ گیا اور میں بھی ان کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا رہا، دشمنی مقدمہ بازی اور گھریلو زندگی کی اس بے چینی میں میری یہ رات ایسی گزری جیسے تھکا ہوا بچہ اپنی ماں کی گود میں آگیا ہو اور مولانا صاحب نے مجھے صبح سرٹیفیکیٹ بنوا کر دے دیا۔ میں نے فیس معلوم کی تو مولانا نے سختی سے منع کر دیا۔

شانتی اور سکون کے اس ماحول میں میرا دل چاہا کہ کچھ اور وقت گزاروں، میں نے مولانا صاحب سے اجازت چاہی کہ ایک رات میں اور رُکنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے، ایک رات نہیں جب تک آپ کا دل چاہے آپ ہمارے مہمان ہیں، یہاں گائوں میں آپ کو جو بھی تکلیف ہو تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔ شام تک مولانا الگ الگ وقتوں میں اللہ والوں کے قصے قرآن کی باتیں اور دین کی جو باتیں اپنے مریدوں کو بتا رہے تھے میں بھی سنتا رہا اور میرا گارڈ بھی۔ واپسی پر میرا گارڈ جس کا نام مہندر تھا، کہنے لگا: سَر! جینا تو یہاں آکر سیکھنا چاہیے۔ آپ نے مولانا صاحب کی تقریر سُنی۔ مجھے 15 سال ہو گئے، رادھا سوامی ست سنگ میں جاتے ہوئے، جو سچائی، پریم اور شانتی یہاں ملی اس کی ہوا بھی وہاں نہیں، ایسا لگ رہا تھا جیسے ہر بات دل میں اتر رہی ہو، سَر چھوڑیئے سب سنسار! مولانا صاحب کے چرنوں میں آکر رہیں، چین و سکون تو بس یہیں ملے گا، سارے ساتھی بھی کیسے سیدھے اور سادے ہیں، ایسا لگ رہا ہے کہ سچوں کا سنسار ہے، میں نے اس سے کہا تو بھی کلمہ پڑھ لیتا، اس نے کہا سَر، جب آپ کو کلمہ پڑھوا رہے تھے تو میں بھی آہستہ آہستہ کلمہ پڑھ رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنے مالک سے کہہ رہا تھا، کہ مالک! جب آپ دلوں کے بھید جانتے ہیں، تو اگر یہ دھرم سچا ہے تو ہمارے سَر کے دل کو پھیر دے اور مجھے بھی ان کے ساتھ کر دے۔

ایک رات میں نے اپنی بیوی کو خواب میں دیکھا کہ ایک کٹھرے میں بند ہے اور مجھ سے فریاد کر رہی ہے کہ میں جیسی بھی ہوں آپ مجھے کٹھرے سے نکال دیں، میرے گھر والوں نے مجھے کتنا کہا کہ میں دوسری شادی کر لوں مگر میں نے کبھی گوارا نہیں کیا۔ جب میں آپ کی ہوں تو آپ کے علاوہ مجھے کون اس کٹھرے سے نکالے گا اور وہ بہت رو رہی تھی۔ مجھے ترس آگیا میں نے دیکھا کہ بڑا تالا لگا ہوا ہے اور چابی میرے پاس نہیں ہے، میں بہت پریشان ہوا کہ اس تالے کو کیسے کھولا جائے؟ اچانک میرا گارڈ کلیم (مہندر) آگیا اور جیب سے چابی نکال کر بولا یہ لا الہ الا اللہ کی چابی ہے۔ آپ اپنی میڈم کو کیوں نہیں نکالتے؟

میری آنکھ کھل گئی صبح کے تین بجے تھے۔ میں نے وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی، مجھے خیال آیا کہ اس عورت نے ساری جوانی میرے لیے گنوا دی حتیٰ کہ خرچ بھی مجھ سے لیا، میکے والوں کے یہاں رہنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ مجھے بہت یاد آئی، اکیلے رہتے ہوئے میں بھی تنگ آگیا تھا، ٹوٹے ہوئے دل سے میں نے اپنے ہاتھ اللہ کے آگے پھیلا دیئے: میرے مولا! میں نے اب سارے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر آپ کی بندگی کا عہد کیا ہے اور کون سا در ہے جہاں سے میری دعا قبول ہو گی، میرے اللہ! جب اس نے میری ہو کر ساری جوانی گنوا دی تو پھر آپ اس کو میرے پاس بھیج دیجئے، یا اللہ! جب آپ ایک گنگارام اور مہندر کا دل پھیر کر عبداللہ اور کلیم بنا سکتے ہیں تو آپ ایک سریتا دیوی کو آمنہ بنا کر میری مسلمان بیوی کیوں نہیں بنا سکتے؟ میں نے بہت دعا کی، میرے خواب کی وجہ سے مجھ پر توحید کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ ایک بھکاری بندے نے رب کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا، یہ کیسے ممکن تھا کہ دروازہ نہ کھلتا۔

دو روز گزرے تھے، تیسرے روز میں اپنے گھر میں دوپہر کو بیٹھا ہوا تھا کہ گھنٹی بجی، میں نے نوکر سے دروازہ کھولنے اور دیکھنے کے لیے کہا: میری آنکھ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی، جب میں نے دیکھا کہ بجائے نوکر آکر مجھے بتاتا کہ فلاں صاحب آئے ہیں، دونوں بچوں کے ساتھ سریتا دیوی میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہ آکر مجھ سے چمٹ گئی۔ دس سال بعد میں نے اس کو دیکھا تھا، وہ جوانی کھو چکی تھی، بلک بلک کر دیر تک روتی رہی، بیٹی بیٹا جو اب بڑے ہو گئے تھے، وہ بھی روئے۔ سریتا کہنے لگی: میری عزت اور میرا دل آپ کے علاوہ اور کون رکھے گا؟ میں نے اس کو تسلی دی۔ میرے دل میں کیونکہ یہ بات تھی کہ میرے اللہ نے مجھے یہ بھیک دی ہے اس لیے یہ واپس آئی ہے، مگر میں نے اُس سے کہا کہ اب بات میرے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔ اس نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کہ میں اب مسلمان ہو گیا ہوں۔ میں نے اسے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا: وہ فوراً تیار ہو گئی۔ میں نے اسے کلمہ پڑھوایا اور میں نے اس کا نام آمنہ رکھا اور بچوں کا نام حسن اور فاطمہ رکھا۔

بیٹی! ہر سال ماہِ فروری میں پوری دنیا میں بڑے جوش و خروش سے ویلنٹائن ڈے منایا جاتا ہے۔ یہ وبا ہمارے یہاں بھی پھیل چکی ہے۔ مغربی سازش محبت کے نام پر ہمارے اسلامی شعار، غیرت و حمیت کو پامال کرنا چاہتی ہے۔ یہ دن آپس میں ایک دوسرے سے محبت کا اظہار اور پرچار کرنے کے لیے منایا جاتا ہے۔ اس میں جس طرح اخلاقی حدوں کو پھلانگا جاتا ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کسی انسان سے خلوصِ دل سے محبت تو کسی بھی اظہار کی محتاج نہیں ہوتی۔ اس کی مہک تو فضا میں بکھر کر ہر ایک کے دل و دماغ کو معطر کر دیتی ہے، بشرطیکہ محبتوں کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تاکہ شرم و حیا کا یہ گوہر چھٹنے نہ پائے۔ بیٹی! اکثر خطوط کو صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے لیکن میری طرف سے اجازت ہے کہ ان خطوط کو عام کر دو کیونکہ ان خطوط کے تحریر کرنے کا بنیادی مقصد اچھی تربیت کرنا ہے تاکہ معاشرے میں بچیاں بلند مقام حاصل کر سکیں، یہ خطوط وطن عزیز کی بیٹیوں کے لیے بھی انشاء اللہ مفید ثابت ہوں گے۔

دعاگو

آپ کے ابو

Nimco

30

آواز

ثانیہ ساجد عیسانی

یہ آج سے تقریباً ایک ماہ پہلے کی بات ہے۔ بدھ کا روز تھا۔ میں فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے اٹھی۔ ہر طرف سے "الصلوۃ خیر من النوم" کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں ہاتھ منہ دھویا اور سنت کے مطابق وضو کیا اور جائے نماز قبلے کی طرف رخ کر کے بچھائی۔ نماز کی چادر سر پر باندھی۔ ابھی اللہ اکبر کہنے کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ اچانک ایک آواز آئی۔ میں بہت خوف زدہ ہو گئی۔ نیت توڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ یہ آواز بالکونی سے آ رہی تھی۔ آواز اتنی خوفزدہ تھی کہ میری اس طرف جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں نے پھر غور سے آواز کو سنا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی چیخ رہا ہو یا گنگنا رہا ہو یا پھر شاید کوئی ہنس رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ آواز میرے قریب آ رہی ہے اور میرے بہت قریب آ گئی ہو۔ اتنا قریب کہ جیسے وہ میرے ہی اندر سے آ رہی ہو اور آتے آتے بالکل بند ہو گئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پورے کمرے کا معائنہ کیا۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کمرے کی ہر چیز مجھ پر ہنس رہی ہو۔ میرے متعلق سرگوشی کر رہی ہو۔ ایسا لگا جیسے یہ چھت ان دیواروں کے ساتھ مل کر میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ نظریں گھومتے گھومتے بالکونی کے دروازے پر پہنچیں۔ دروازے سے وہ نیم کا جھاڑ صاف دکھائی دے رہا تھا جس پر دادی اماں کے بقول جن بھوتوں کا سایہ تھا لیکن وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ نیم کے ہرے بھرے درخت کے پیچھے وسیع فلک اور اس پر نمودار ہونے والی ہلکی ہلکی سفیدی نے مجھے یاد دلایا کہ نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ میں نے فوراً نماز کی نیت باندھی اور اللہ کے حضور سر بسجود ہو کر اس غائبانہ بلا سے خود کو اپنے امان میں رکھنے کی دعا مانگی اور دوبارہ بستر پر جا کر سو گئی۔ اگلے دن جب دوبارہ نماز کے لیے آنکھ کھلی تو سب سے پہلے اس آواز کا خیال آیا۔ کچھ دیر کے لیے میں ڈر گئی اور ڈر کے مارے بستر پر ہی لیٹی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد امی کی آواز نے نے اٹھایا: "اٹھی نہیں ہوا ابھی تک؟"

"اٹھ گئی ہوں امی...!" میں نے جواب دیا اور کھڑی ہو گئی۔ نیند سے بیدار ہونے کی دعا کے ساتھ ساتھ آیۃ الکرسی بھی پڑھی اور وجو کرنے کے لیے واش روم میں گئی۔ آج وہ آواز مجھ سے پہلے وہاں موجود تھی زور شور کے ساتھ۔ میں نے جلدی جلدی وضو کیا اور باہر نکل آئی۔ وہ آواز کمرے میں بھی آ رہی تھی۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ میرا پیچھا کر رہی ہو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ بند آنکھوں کے ساتھ ہی جائے نماز بچھائی اور چادر باندھی۔ انہی بند آنکھوں کے ساتھ ہی نیت باندھی اور اللہ اکبر کے ساتھ ہی آنکھیں کھولیں تو وہ آواز غائب ہو چکی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آواز بھی اللہ سے ڈرتی ہو۔

"اللہ انسانوں کا بھی خالق ہے اور جنوں کا بھی۔" مجھے دادی اماں کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔ سکون کا سانس لیتے ہوئے میں نے نماز مکمل کی اور آج پھر اللہ سے اپنی حفاظت کی دعا مانگی۔ تیسرے دن بھی اس آواز نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تو بالآخر میں نے اپنی امی سے اس بارے میں بات کرنے کی ٹھانی پر میں ان سے کیا کہوں گی؟ کیا یہ آواز صرف مجھے ہی سنائی دیتی ہے یا پھر انہیں بھی سنائی دے گی؟ وہ میری بات پر یقین کریں گی یا نہیں؟ اور اگر واقعی میں کوئی جن یا بھوت ہمارے گھر میں رہنے کے لیے آ گیا ہو تو؟ مگر اس جن یا بھوت نے اپنی موسیقی سنانے کے لیے مجھے ہی کیوں چنا؟ یہ تمام سوالات میرے اندر سے ابل ابل کر باہر آنے لگے۔

کانپتے کانپتے جب میں امی کے پاس پہنچی تو انہیں اپنے کام میں مگن پایا۔

"امی! مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔" میں نے ان سے کہا۔

"ہاں کہو۔" انہوں نے اپنے خیالوں میں کہا۔

"کسی جن یا بھوت سے ملاقات کر کے آ رہی ہو؟ تمہارے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔"

امی کی اس بات نے میرے اندر وحشت پیدا کر دی۔ کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ امی اس بارے میں پہلے سے ہی جانتی ہیں؟

"امی وہ مسلسل تین دن سے صبح..." آہستہ آہستہ میں نے امی کو پوری داستان سنا دی اور میرے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی جب امی نے ہانڈی میں چمچ ہلاتے ہوئے مجھ سے کہا: "ہاں تو کسی کا الارم بجتا ہو گا۔"

پتھر سے موم

قسط نمبر 9

اہلیہ احسن احمد شریف

"میرے بھائی حسن احمد کی ایک ہی بیٹی ہے... وفا...! وہ ایک خود سر سی لڑکی ہے اور دین سے کافی دور ہے... حسن احمد جب سے دین میں داخل ہوا ہے... اس نے وفا پر سختیاں کر کر کے اسے اور بھی دین سے باغی کر دیا ہے... اب تو وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہو چکی ہے... ٹی وی آرٹسٹ بننا اس کی سب سے بڑی خواہش ہے... اور حسن احمد کی یہ خواہش ہے کہ اس کی شادی تم سے کر دی جائے۔"

عبداللہ نے حیران ہو کر محسن احمد کی جانب دیکھا۔

"وہ یہ سمجھتا ہے کہ وفا صرف تمہارے ساتھ رہ کر ہی سدھر سکتی ہے۔"

"سر ہدایت تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے! کسی انسان کی کیا مجال کہ وہ کسی کو سدھار دے یا بگاڑ دے...!" عبداللہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن عبداللہ! ماحول کا بھی تو اثر ہوتا ہے ناں...! تم ایک نرم مزاج، حکمت سے کام لینے والے لڑکے ہو... انشاء اللہ کچھ بہتر ہی ہو گا... ورنہ حسن احمد تو اپنے غصے سے اس کا دین و ایمان سب ڈبو دے گا... پلیز... تم ہاں کر دو...!"

"لیکن سر... ایک ایسی لڑکی جو ٹی وی آرٹسٹ بننا چاہتی ہے... وہ ایک مولوی سے کیسے شادی کرے گی...؟"

"شادی تو یہ زبردستی کی ہی ہو گی اور تمہیں اس پر بہت محنت کرنی پڑے گی عبداللہ...! لیکن پلیز تم ہاں کر دو... یہ تمہارا ہم سب پر احسان ہو گا!" محسن احمد نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"سر... میں استخارہ کروں گا... اور آپ کو بھی یہی مشورہ دوں گا کہ آپ بھی استخارہ کر لیجیے... پھر اس سلسلے میں بات کرتے ہیں...!"

ooo

عبداللہ کا استخارہ مثبت آگیا تھا اور محسن اور حسن کا بھی... دونوں طرف سے رضامندی تھی اور اب نکاح کی تیاری تھی لیکن دولہن کو کانوں کان خبر نہیں تھی کہ اس کا نکاح ہونے والا ہے...!"

ooo

ڈرائنگ روم میں سب موجود تھے۔ حسن، محسن، علی اور ماریہ کے دو بھائی اور لاؤنج میں رداء، عائشہ اور ماریہ۔

مرد حضرات تو نکاح کے پیپرز دیکھ رہے تھے اور رداء اور ماریہ دونوں فکرمند تھیں کہ اب نجانے کیا ہو گا؟ وفا کی ممی ماریہ کو تو ٹینشن کی وجہ سے بخار ہی ہو گیا تھا۔ اندر وفا اپنے کمرے میں نیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب سے حسن نے اس کے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی لگائی تھی... اس نے ہر کسی سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا اور اپنے کمرے تک محدود ہو چکی تھی... اسی لیے اسے کچھ خبر نہ تھی کہ گھر میں اس کے نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حسن، محسن اور وفا کے دونوں ماموؤں کو لے کر وفا کے کمرے میں دستک کرنے کے بعد داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے پیچھے رداء اور ماریہ بھی وہیں جا کر بیٹھ گئیں۔

"آہا...!!! بڑے بابا، بڑی ماما، ماموں... سب آئے ہیں اور مجھے پتا تک نہیں...!" وفا نے حیرانی کے عالم میں کہا۔

"وفا...!" حسن نے وفا کو آواز دی اور کمرے میں موجود سب لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔

"YESDAD (جی ڈیڈ...!)"

"وفا! یہ پیپرز سائن کرنے ہیں تمہیں!" یہ کہتے ہوئے حسن احمد نے نکاح نامہ بیٹی کے آگے کر دیا۔

"نکاح نامہ...!" وفا نے پیپرز کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن ڈیڈ... یہ کس کے نکاح کے پیپرز ہیں... جو مجھے سائن کرنے ہیں؟"

"تمہارے!"

حسن احمد نے دوٹوک جواب دیا۔

یہ سن کر وفا پر تو جیسے بجلیاں گر گئیں۔

"کیا مطلب...؟" اس کا دل بیٹھنے لگا۔

"مطلب یہ ہے کہ میں تمہارا نکاح کر رہا ہوں... ایک اچھے اور نیک لڑکے کے ساتھ...!" حسن احمد نے وفا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

وفا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور اس نے بڑی حیرانی سے باری باری سب کی طرف دیکھا۔ سب خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے تھے کیوں کہ حسن کے غصے کے آگے کسی کی کچھ کہنے کی کوئی مجال نہیں تھی۔

"ممی...! یہ ڈیڈی کیا کہہ رہے ہیں...؟" وفا روہانسی ہو گئی۔ ماریہ خاموش تھی اور اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔

"بڑی ماما...! آخر کیا ہے یہ سب...؟" وفا کا سوال سن کر رداء نے بھی اپنا سر جھکا لیا۔

اس طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وفا محسن احمد کی طرف متوجہ ہوئی: "بڑے بابا...؟"

"وفا... بیٹے...! آپ کی بہتری ہی کے لیے آپ کے ڈیڈی نے یہ فیصلہ کیا ہے... اچھا لڑکا ہے... بس تم پلیز ہاں کر دو۔"

"مگر ایسے کیسے بابا...؟ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے... وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ نہ تو میں اس سے پہلے کبھی ملی ہوں اور نہ ہی کبھی اسے دیکھا ہے... اور ویسے بھی ابھی مجھے کوئی شادی وادی نہیں کرنی... ابھی تو میں اتنی چھوٹی ہوں...!"

"وفا بیٹے...! اچھے بچے اپنے والدین کی ہر بات مان لیتے ہیں... ابھی تمہارے ڈیڈی نکاح کے الفاظ کہیں گے... تو تم پلیز ہاں کر دینا۔" محسن احمد نے وفا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"انکار کروں گی میں...!" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔

"وفا...! گر تم نے انکار کیا تو بہت برا ہو گا تمہارے ساتھ...!!" حسن احمد کو غصہ آنے لگا۔

"ڈیڈی...! آپ مجھ پر پہلے ہی بہت ظلم کر چکے ہیں... پلیز... اب بس کر دیں!"

"جہاں اتنے ظلم... وہیں ایک ظلم اور صحیح... سمجھ لو کہ یہ میرا تم پر آخری ظلم ہے۔"

"ڈیڈی... یہ تو ظلم کی انتہا ہے۔"

"اب خاموش ہو جاؤ اور میں جو کہوں... اس پر ہاں کہنا یا کم از کم خاموش رہنا۔"

"نہیں" کہوں گی...!!"

"نہیں کہو گی تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا!!"

یہ کہہ کر حسن احمد نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ حسن کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر سب دنگ رہ گئے... کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ حسن احمد کا غضب اس حد تک بڑھ چکا ہے۔

"آپ مجھے شوٹ بھی کر سکتے ہیں ڈیڈ؟" وفا کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"حسن...! یہ ریوالور پلیز اندر رکھو تم!!" محسن احمد نے ریوالور حسن کی جیب میں واپس رکھوایا اور آخرکار وفا سے اقرار لے لیا گیا۔

اس دوران وفا خاموش رہی تھی، اس لیے نہیں کہ وہ ہار مان چکی تھی... بل کہ اس لیے کہ وہ اپنے دل ہی دل میں اس لڑکے سے فرار کا منصوبہ سوچ چکی تھی جس سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ اس کٹھن مرحلے کے بعد مرد حضرات مسجد روانہ ہو گئے جہاں امام صاحب نے نکاح پڑھانا تھا۔

"ممی...! یہ کیا کر دیا ڈیڈ نے میرے ساتھ؟" وفا پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور اس کے ساتھ سبھی کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

وفا نے حسن کو دیکھنا بھی چھوڑ دیا تھا اور بات کرنا تو درکنار... چند دنوں میں اس کی رخصتی بھی ہو گئی... بالکل سادگی سے گھر ہی گھر میں سب خاندان والے جمع ہو گئے تھے اور وفا کو رخصت کر دیا گیا تھا۔

عبداللہ اپنی گاڑی میں خود ہی اسے لینے کے لیے آیا تھا اور اب دولہا، دلہن اپنی گاڑی میں اپنے گھر کی جانب رواں دواں تھے۔ وفا گھر ہی کے کپڑوں میں ملبوس تھی... نہ تو اس کا سنگھار کیا گیا تھا، نہ ہی سجی، سنوری تھی لیکن پھر بھی وہ خوبصورت لگ رہی تھی کیوں کہ وہ تھی ہی اتنی پیاری...! عبداللہ کو وہ اچھی تو بہت لگی لیکن اسے دکھ تھا کہ اس کی بیوی بے پردہ تھی اور لباس بھی کچھ بے ہودہ سا ہی تھا۔ وہ فکرمند تو تھا ہی... وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی اس کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔

وفا اپنے ساتھ بیٹھے مولوی کو جس طرح برداشت کر رہی تھی، یہ اس کا دل ہی جانتا تھا لیکن پھر بھی اسے بہت زیادہ فکر نہیں تھی کیوں کہ اسے تو اس مولوی سے چھٹکارا حاصل کر لینا تھا۔

ooo

"بہت خوشی ہو رہی ہے مجھے کہ آپ جیسی اچھی لڑکی میری بیوی بنی...!!" گھر پہنچ کر عبداللہ نے وفا سے پہلی بات کی تھی۔

"اور مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے...!!" اس کا لہجہ بہت کرخت تھا۔

"مگر کیوں...؟ کیا میں اچھا نہیں لگا آپ کو؟"

"بالکل بھی نہیں... کوئی اور اچھا لگتا ہے مجھے..."

(جاری ہے)

بقیہ باورچی خانہ اور ہماری صحت

- اس کا جوشاندہ بھوک بڑھاتا ہے اور حرارت غریزی میں اضافہ کرتا ہے۔
- ریاح کو تحلیل کرتی ہے اور غذا کو ہضم کرتی ہے۔
- دمہ ہو تو اس کے کھانے سے مریض راحت محسوس کرتے ہیں۔
- آنکھ میں سلائی لگانے سے جالا اور پھولا ٹھیک ہو جاتا ہے۔
- ادرک کو پیس کر تیل میں ملا کر مالش کرنے سے پٹھوں کی دردیں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔
- ادرک سے قے اور ہیضے کو آرام آتا ہے۔
- اگر دو گرام ادرک کا سفوف ہموزن چینی کے ساتھ ملا کر گرم پانی کے ساتھ کھایا جائے تو پیٹ نرم کرنے والی رطوبتوں میں اضافہ کرتا ہے۔
- بخار اور سوزاک دور کرنے کے لیے جو کھار، گوکھرو اور سونٹھ کا جوشاندہ پلانے کی تجویز کی جاتی ہے۔
- سونٹھ کے ساتھ بیل گری کا جوشاندہ پینے سے گلا صاف ہو جاتا ہے۔ آواز میں نکھار آتا ہے۔
- اطباء قدیم سات گرام سونٹھ پیس کر اس میں چینی ملا کر پانی کے ہمراہ پیٹ کو صاف کرنے اور سینہ میں جمی ہوئی بلغم نکالنے کے لیے استعمال کراتے تھے۔
- پیٹ اور جگر کے پرانے سدّے کھولتی ہے بلکہ ثقیل اشیاء کی وجہ سے پیدا ہونے والی تبخیر کو دور کرتی ہے۔

باجی

باجی کو ماہا کی یہی طلب بہت اچھی لگتی تھی۔ جو بات بھی باجی اسے بتاتی تھیں‘ وہ فوراً اسے اپنی نوٹ بک میں نوٹ کر لیتی تھی اور اس بات کو بہت اہمیت دیتی تھی اور پھر عمل بھی کامل کرتی تھی۔

انہی کو وہ ملتے ہیں جن کو ہے طلب
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

ooo

"حنا جلدی سوچو کہ اعراب کیا ہو گا؟"

نحو کے گھنٹے میں آج ٹیسٹ تھا۔ باجی جو بھی پڑھاتیں‘ روزانہ اس کو پکا یاد بھی کروا دیتیں۔ پھر موقعہ ملتے ہی اس کا ٹیسٹ بھی لے لیتیں۔ روزانہ یاد کرنے کے لیے اتنا سبق ملنے لگا تھا کہ لڑکیاں آہستہ آہستہ پریشان سی رہنے لگی تھیں کیوں کہ میٹرک کے بعد سے اتنی پڑھائی کبھی بھی نہیں کی تھی اور جو نئی نئی میٹرک کر کے آئی تھیں وہ چھٹیاں بیچ میں گزار آئی تھیں تو اتنی یاد کرنے کی عادت بھی نہیں تھی۔ اب صرف ایک اعراب کی وجہ سے لڑکیاں آہستہ آہستہ بورڈ کے پاس کھڑی ہوتی جا رہی تھیں۔ باجی کے رعب کی وجہ سے باجی سے سوال بھی نہ پوچھ پاتی تھیں۔ اب اس نئے جملے کے اعراب لگانا اور ترکیب کرنا ماہا سمیت سبھی کو مشکل لگ رہا تھا۔

"اللہ ہماری مدد کریں! حنا شاید یہ "حال" بن رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اس پر فتحہ (زبر) آئے گا۔ کیوں کہ حال منصوب ہوتا ہے۔ کل پڑھا تھا کہ..."

ماہا نے سوچ کر حنا سے تبصرہ کیا ہی تھا کہ باجی کی آواز آئی: ماہا! آیئے اس کا اعراب لگایئے۔" دل اچھل کر گویا حلق میں ہی آ گیا تھا۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پڑھتی ہوئی آئی تھی۔

"جی باجی...! میں... میں آؤں؟"

"جی...! آپ ہی آیئے۔" باجی پہلے ہی غصہ میں تھیں۔

بورڈ کے پاس جا کر مار کر کھول کر کانپتے ہاتھوں سے اس لفظ پر لگے کسرہ (زیر) کو مٹا کر فتحہ (زبر) لگایا اور باجی کو ڈرتے ڈرتے دیکھا۔

"شاباش! آپ سب کو ہوا کیا تھا؟ کل کا سبق سمجھ نہیں آیا تھا کیا؟"

ماہا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کا خیال اس بارے میں درست نکلا تھا۔

"جاؤ ماہا بیٹھ جاؤ اور باقی سب بھی بیٹھ جائیں۔" باجی کی بات پر وہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی۔ حنا نے اس کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے تھام لیا جو اب تک کانپ رہا تھا۔

ooo

ماہا پڑھائی سے زیادہ عمل پر توجہ دیتی تھی۔

حالی کا یہ نکتہ ہے ہمیں یاد برابر
ہیں علم و عمل دونوں کے اعداد برابر

کتابوں کا اسے نہایت شوق ہو گیا تھا۔ دینی کتابیں اس کے پاس آہستہ آہستہ جمع ہونی شروع ہو گئیں تھیں جنہیں وہ بے انتہا ادب کے ساتھ رکھتی تھی۔ مدرسہ کا سبق پڑھنے‘ یاد کرنے اور مطالعہ کرنے کے لیے اسے رات کی تنہائی پسند تھی۔

مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَھَرُ اللَّیَالِیْ

البتہ تھکن اور پڑھائی کے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ گھر کے کام اس طرح نہیں کر پاتی تھی جس طرح پہلے کرتی تھی۔ جو کام امی کہہ دیتیں بس اسی کے کرنے پر اکتفا کرتی تھی۔

ooo

"یہ کیا بنا دیا ہے تم لوگوں نے اس لڑکی کو؟ دنیا سے بالکل ہی کٹ آف کر کے رکھ دیا ہے اتنی سی عمر میں۔ ایسا تھوڑی ہوتا ہے کوئی۔"

بقرۃ عید پر سب خاندان والے جمع ہوئے تو ماہا نے تمام غیر محرم رشتے داروں سے پردہ کیا۔ شروع میں تو بڑے کمرے میں سب کے ساتھ ہی بیٹھی رہی مگر جب سب کی بے دینی اور بے پردگی کی باتیں برداشت سے باہر ہونے لگیں تو اس نے وہاں سے اٹھ جانے میں ہی عافیت جانی۔

جہالت کے میلوں اور رنگینیوں سے مجھے کیا واسطہ
میں مسافر آخرت ہوں‘ میری منزل یہاں نہیں ہے

اور سب کا موضوعِ گفتگو وہی بنی ہوئی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ بولنا کم کر دیا تھا مگر یہ کیا کہ اسے اٹھا کر عالمہ کے کورس میں ڈال دیا؟ اب یہ اپنے بھائیوں سے... اپنے باپ جیسے پھوپھاؤں‘ خالوؤں سے بھی پردہ کرے گی؟" ماہا جاتے جاتے سب کچھ سن گئی تھی۔

برقع اور چادر نہ اوڑھوں تو کیا کروں؟
حکم ہے رب کا میرے‘ پردۂ چہرہ کروں

ماہا کی والدہ کے سب پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ "دیکھیں بھئی! وہ دین پر چلنا چاہتی ہے اور ہمارا دین بھی یہی کہتا ہے۔ ہم سب غلط کر رہے ہیں دین کو چھوڑ کر اور ہمیں بھی دین پر عمل پیرا ہونا چاہیے ناں...؟" اس کی امی نے ماہا کی وکالت کی۔

یہ دین میں کہاں ہے کہ انسان دنیا سے بالکل ہی کٹ کر رہ جائے؟ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا۔"

جینے نہیں دیتے کبھی مرنے نہیں دیتے
یہ لوگ کوئی کام بھی کرنے نہیں دیتے

بقول ماہا:

یہ تنگ ذہنی ہی مبارک ہو مجھے
اس وسعت ذہنی سے توبہ توبہ کروں

اب تو نہ ختم ہونے والے تبصرے شروع ہو چکے تھے۔ سب کے پاس دلائل کے انبار تھے۔ ایک نیا موضوع ہاتھ لگ چکا تھا۔ مگر ایسے وقت میں اگر والدین ساتھ دیں اور دوسرا یہ کہ انسان خود بھی مضبوط ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

بابا نے ماہا کے پردے کو بہت سراہا تھا۔ انتہائی شفقت کا اظہار کیا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں پر ڈبل پردہ ڈالنے پر بھی بہت خوش تھے۔ اس کی والدہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ مگر وہ ماں تھیں اور ماہا بیٹی تھی ان کی اور وہ بھی سب سے چہیتی۔ آخر بیٹی کے بارے میں کسی سے کچھ کیسے سن سکتی تھیں؟

ooo

"امی! آج کل آپ پریشان رہنے لگی ہیں بہت... کیا ہوا اور کیا بات ہے...؟ میری وجہ سے پریشان ہیں ناں؟" وہ بیٹی تھی اس لیے ان کی ہر بات سمجھتی تھی۔

"ہاں بیٹا! تم ٹھیک ہو دین پر عمل کرو۔ اچھی بات ہے... مگر اپنے انکل (خالو وغیرہ) سے تو پردہ نہ کرو۔ وہ تو تمہارے بابا کی طرح ہیں۔ گودوں میں کھلایا ہے انہوں نے تمہیں...!"

"بے شک امی جی! میرے دل میں ان کا ادب و احترام ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا اور میں خود کو ان کی بیٹی ہی سمجھتی ہوں مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس میں اللہ کی حکمت ہی ہے اور میں... اللہ تعالیٰ کی اب بالکل بھی نافرمانی نہیں کرنا چاہتی... چاہے دنیا جو کچھ بھی کہے... میرے لیے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کافی ہیں۔

ارادے جن کے پختہ ہوں‘ نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اک یقین تھا اس کے لہجے میں۔

"اصل بات یہ ہے امی کہ ہم اپنی آخرت کو بھول گئے ہیں۔" ماہا نے افسوس سے کہا۔

"پردہ کرنا بے شک ایک مشکل کام ہے اور نہایت مشقت کا کام ہے مگر پردہ نہ کرنے پر جو عذاب کی مشقت قیامت میں ہے... وہ اس چھوٹی سی مشقت سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ چھوٹی مشقت کو اختیار کرنا چاہیے یا بڑی مشقت کو؟ اور پھر پردہ کرنے پر آخرت میں اس قدر انعامات ملیں گے اور پردہ کرنے والی عورت کا مرتبہ آخرت میں بہت بڑا مرتبہ ہو گا۔ تو پھر عذاب کا انتخاب کرنا چاہیے یا انعام کا؟"

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

"مجھے اپنی بیٹی پر فخر ہے۔" ماہا کو پیار کرتے ہوئے امی نے دل ہی دل میں اپنی پیاری بیٹی کو خوب ساری دعائیں دے ڈالیں۔

"پتا ہے امی! میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ ایک شخص ہے‘ وہ روزانہ داڑھی صاف کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دی تو اس نے داڑھی رکھ لی‘ اب اگر لوگ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں تو در حقیقت اس کی داڑھی کا مذاق نہیں اڑا رہے بل کہ اتنے عرصہ جو اس نے داڑھی نہ رکھی‘ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ دیکھو اب تک یہ داڑھی مونڈتا رہا ہے۔ اگر شروع سے ہی داڑھی رکھتا تو کوئی بھی مذاق نہ اڑاتا... تو جو بھی میرے پردہ کرنے پر اعتراض کرتا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ وہ اس بات پر اعتراض کرتا ہے کہ میں نے اتنے عرصہ تک پردہ کیوں نہیں کیا؟ اگر شروع سے ہی پردہ کرتی تو کوئی بھی اعتراض نہ کرتا۔ (جاری ہے)

Golden Foods

36

ایک حرف ایک کہانی — ڈ

ڈھولو کا ڈھول

ڈاکٹر الماس روحی

وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ جہاں ڈھولو نام کا ایک لڑکا رہتا تھا۔ ڈھولو کے پاس ایک گدھا تھا جو ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا تھا۔ ڈھولو اس کو ڈانٹتا تو وہ ڈر کر چپ ہو جاتا۔ ڈھولو روزا اپنے گدھے کو جنگل میں لے کر جاتا تھا۔ وہاں گدھا گھاس چرتا اور ڈھولو ڈنڈے اور ڈنڈیاں جمع کرتا۔ ان ڈنڈیوں کو ڈھولو گھر لا کر آپس میں جوڑتا۔ اس طرح ڈھولو نے ایک نیا گھر بنالیا۔ جس میں بورے کا پردہ ڈالا۔ یہ گھر گدھے کے لیے تھا۔ ڈھولو کے پاس ڈھیر ساری خبریں ہوتیں تو گدھے پر ڈھول رکھ کر بستی میں جا کر اسے پیٹتا۔

ڈھول کی ڈھم ڈھم کو سن کر ہر کوئی بھاگا بھاگا چلا آتا۔ اس بستی میں کبھی کبھی ڈاکیا ڈاک لے کر آتا تھا۔ ڈھولو کو بہت سی خبریں وہی دے کر جاتا تھا۔ اس دن ڈھولو کا گدھا بہت پیاسا تھا۔ صبح سے ہی وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کر رہا تھا۔ ڈھولو کا خیال تھا کہ جب بھی میرا گدھا ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا ہے تو مجھے بہت بری خبر ملتی ہے۔ ڈھولو نے ڈول کو رسی سے باندھا اور کنویں میں ڈول ڈالا۔ پھر ڈوری کو کھینچا تو ڈول میں ٹھنڈا میٹھا پانی بھرا ہوا تھا۔ ڈھولو نے گدھے کو پانی پلایا۔ وہاں سے ڈاکیا گزرا تو اس نے بتایا کہ اس دفعہ بارشیں بہت تیز ہو رہی ہیں۔ دریا میں پانی کا بہاؤ بھی بہت تیز ہے۔ اس بستی میں سیلاب آنے کا ڈر ہے۔ یہ بستی پوری کی پوری ڈوب جائے گی۔

یہ ایک بری خبر تھی۔ ڈھولو کھانا کھا چکا تھا۔ پانی پی کر اس نے ایک ڈکار لی۔ وہ یہ خبر جلد سے جلد بستی والوں کو سنانا چاہتا تھا۔ مگر یہ کیا؟ ڈھولو کا گدھا تو کہیں دور چلا گیا تھا۔ بستی کے کئی لوگ گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ آخر ڈھولو نے گدھا ڈھونڈ ہی نکالا۔ گدھا باغ میں کھڑا تھا اور پھولوں کی ڈالی پر تتلی کو بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ ڈھولو گدھے کو لے کر اپنے گھر واپس آگیا اور ڈھول رکھ کر بستی کے بیچ پہنچا۔ ڈھول کی ڈھم ڈھم سن کر بستی کے سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ہر کوئی ڈرا سہما تھا۔ سیلاب آگیا تو کیا ہو گا؟ گنے کا ڈھیر لگا تھا۔ شکر کی ڈلیاں پڑی تھیں۔ وہ تو سب بہہ جائیں گی۔ سب اپنا اپنا سامان لے کر اونچائی پر آگئے اور بستی خالی ہونے لگی۔ اس بستی میں سانپ بہت تھے جو چلتے پھرتے لوگوں کو ڈس لیتے تھے۔ اس لیے سب ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے اور ڈھارس بندھا رہے تھے۔ اناج کے ڈبوں کے ڈھکن بند کر دیے گئے تھے تا کہ ان میں چوہے نہ گھسیں۔ سیلاب آیا مگر زیادہ سامان خراب نہ ہوا۔ بستی کے سب لوگ ڈھولو کا شکریہ ادا کر رہے تھے جس کے ڈھول کی ڈھم ڈھم نے ان تک یہ خبر پہنچائی تھی۔ ڈھولو اپنا ڈھول لیے خوش خوش کھڑا تھا۔

ooo

ڈھینچوں	گدھے کی آواز	ڈنڈے ڈنڈیاں	لکڑے لکڑیاں
ڈھیر	بہت سی	ڈلیاں	گرہیں
ڈسنا	کاٹنا	ڈکار	حلق سے ایک قسم کی آواز
ڈاک	خط		

سنت کہانی

شرب الماء

اہلیہ محمد فیصل

انصر آج کل ایک منصوبہ ترتیب دے رہا تھا جو ابھی صرف اس کے ذہن میں ہی تھا۔ اس کے کھوئے کھوئے انداز نے علی کو "دال میں کچھ کالا ہے" کا سگنل دیا۔ آخر کار لنچ ٹائم میں علی نے انصر سے اس کے کھوئے رہنے کی وجہ پوچھی تو انصر نے علی کو نہایت غم زدہ انداز سے دیکھا اور کہا:

"علی! کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اسکول میں جو واٹر کولر ہے' وہاں پر کس طرح سے سنتیں ٹوٹ رہی ہوتی ہیں؟ اسی وجہ سے میں آج کل اداس ہوں اور اسی سلسلے میں ایک منصوبہ ترتیب دے رہا ہوں تاکہ میرے ساتھی اور دوست سنت کے مطابق پانی پیئیں۔"

"ارے...! تم اتنی سی بات کے لیے کیا منصوبہ ترتیب دینے بیٹھ گئے ہو۔ سیدھا سادھا ایک کارڈ شیٹ پر تمام سنتیں لکھ کر واٹر کولر کے پاس چسپاں کر دیتے ہیں۔ اس طرح تمام بچے اسے پڑھ لیں گے۔" علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آہ...! ہاں پڑھ تو لیں گے سب مگر عمل میں دو فیصد کے بھی نہیں آئے گا اور بعض تو اوپر اوپر ہی سے پڑھ کر چھوڑ دیں گے۔" انصر نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے یار...! تم تو کچھ زیادہ ہی حساس ہو' ایسا نہیں ہوتا۔" علی نے انصر کے احساسات کا خیال کیے بغیر ایسی بات کہہ دی کہ جسے سن کر انصر کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

"ہاں...! علی میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں کو ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔" انصر نے نہایت غم زدہ لہجے میں جواب دیا۔

علی کو اپنی بات پر انصر سے اس قدر سخت ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ انصر کی اس قدر جذباتیت نے علی کو شرمندہ ہونے پر مجبور کر دیا اور اتنے میں لنچ ٹائم کی گھنٹی بج اٹھی۔

اسلامیات کے سر مظفر نے علی اور انصر کی گفتگو سن لی تھی۔ وہ انصر کے یہ جذبات جان کر بہت مسرور تھے کہ ایک بچے کے دل میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ وہ پانی پینے کی سنتیں تک کو ٹوٹتا ہوا برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ یہ جان گئے تھے کہ آگے جا کر یہ بچہ اپنے دین کا نام ضرور روشن کرے گا۔

سر مظفر نے اپنے فارغ وقت میں انصر کو اسٹاف روم میں بلا بھیجا۔ انصر اجازت لے کر اسٹاف روم میں داخل ہوا اور سر کو سلام کیا۔ سر نے اسے اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بنا تمہید کے اس کے جذبۂ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سراہا اور اس سلسلے میں اس کے ذہن میں جو منصوبہ تھا' اس کے متعلق دریافت کیا۔ انصر نے بھی بلا جھجک سارا منصوبہ سر کے گوش گزار کر دیا۔ سارا منصوبہ سننے کے بعد سر نے انصر سے پرنسپل صاحب سے بات کرنے اور اجازت حاصل کرنے کا وعدہ کیا۔

دو دن کے بعد اسمبلی کے اختتام پر پرنسپل صاحب نے ایک "سنت پروگرام" کے متعلق بچوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ اس سلسلے میں جو بچے حصہ لینا چاہیں وہ سر مظفر سے رابطہ کریں۔ یہ سن کر انصر کو اپنی دلی خواہش پوری ہوتی نظر آئی۔ آج وہ بہت خوش تھا اور اس کی خوشی کو علی نے سب سے زیادہ محسوس کیا۔ پروگرام کی تیاری عروج پر تھی۔ سارے بچے ہی پرجوش تھے لیکن انصر ان سب میں نمایاں تھا۔

آج پروگرام تھا جس کو عملی طور پر بچوں نے کر کے دکھانا تھا اور زبانی بتانے کے لیے انصر کو ہی چنا گیا تھا۔

"جی بچو...! اب انصر ایک ایک کر کے پانی پینے کی سنتیں بتاتے جائیں گے اور ایک ایک بچہ باری باری آ کر اس پر عمل کر کے دکھائے گا لیکن یہ سب فقط دیکھنے کی حد تک نہیں رہے گا بلکہ ہر بچہ ابھی ہی سے اپنے دل میں یہ نیت کر لے کہ وہ ان تمام سنتوں پر اسکول میں بھی عمل کرے اور گھر میں بھی اور اپنے اطراف میں ان سنتوں کو عام کرنا ہے۔" ٹیچر کی اس بات پر سب بچوں نے بیک وقت آمین کہا۔

اب انصر نے کہنا شروع کیا:

1...سب سے پہلے جب پانی پیو تو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھو اور آخر میں "الحمد للہ" کہو۔ (بخاری)

2...پانی ہمیشہ بیٹھ کر پینا چاہیے۔ (زاد المعاد' اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

کھڑے ہو کر پانی پینے سے سائنسی تحقیق یہ ہے کہ اس کی وجہ سے گھٹنوں اور ٹانگوں کا درد ہو جاتا ہے۔

3...پانی سر ڈھک کر پینا چاہیے۔

4...ہمیشہ دائیں ہاتھ سے پانی پینا چاہیے کیوں کہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔ (مسلم)

5...پانی دیکھ کر پینا چاہیے۔

کیوں کہ بعض اوقات پانی میں کوئی کیڑا یا کچرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کی جان اور صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

6...پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیے۔ (ابوداؤد)

کیوں کہ اس طرح ہمارے منہ کے جراثیم پھونک مارنے کی وجہ سے اس چیز میں شامل ہو جاتے ہیں۔

7...ہمیشہ تین سانسوں میں پانی پینا چاہیے اور سانس برتن سے منہ ہٹا کر لینا چاہیے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ "اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں پانی مت پیو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گھونٹ پر "الحمد للہ" کہتے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔

8...آب زم زم کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (بخاری، ترمذی)

9...وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (بخاری، ترمذی)

10... کوئی مشروب پی کر دوسرے کو دینا ہو تو دائیں طرف والے کا حق پہلے ہوتا ہے۔ (ترمذی)

11...جو شخص دوسروں کو پلائے وہ خود سب سے آخر میں پیئے۔ (ترمذی)

12...چاندی یا سونے کے برتن میں نہ کھائیں اور نہ ہی پیئیں۔ (بخاری)

13...برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے نہ پینا چاہیے۔ (ابوداؤد)

باسی، شب کا رکھا ہوا پانی دن کو پینے میں استعمال کرنا۔ "باسی پانی پیاس کے وقت پینا بہت زیادہ مفید ہے۔"

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالہیثم کے باغ میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کسی مشکیزے میں باسی پانی ہے؟ تو ابوالہیثم نے باسی پانی پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ (بخاری)

باسی پانی میں حکمت یہ ہے کہ رات گزرنے کی وجہ سے باریک سے باریک مٹی کے ذرات تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور پانی بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مشکیزوں اور مٹکوں کا پانی دیگر دھاتی اور پلاسٹک کے برتنوں میں رکھے پانی سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے کیوں کہ چمڑے کے مشکیزوں اور مٹی کے برتنوں میں مسامات ہوتے ہیں جس سے پانی رستا رہتا ہے اور باہر کی تازہ ہوا ان مسامات کو ٹھنڈا کر کے پانی پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے پانی لطیف ہو جاتا ہے۔

14...ہر پینے کی چیز پی کر یہ دعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ

اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔ (ترمذی)

انصر کی یہ باتیں سن کر تمام بچے یہ موازنہ کر رہے تھے کہ وہ ان میں سے کتنی سنتوں کو جانتے بوجھتے چھوڑ رہے تھے اور کتنی سنتوں کے متعلق سرے سے جانتے ہی نہیں تھے۔

اب پرنسپل صاحب اسٹیج پر تشریف لائے اور انہوں نے انصر کو شاباش دی اور سر مظفر کی اس کاوش کو سراہا اور اس کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ اسکول کی لائبریری میں کل ہی ایک الگ ریک رکھا جائے گا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں کے متعلق کتب رکھی جائیں گی تاکہ ہر بچہ ان کو پڑھ کر اپنے عمل میں بھی لا سکے اور اپنے بہن بھائیوں اور دوستوں کو بھی سنتوں کے بارے میں بتائے۔
دسویں جماعت کے مانیٹر نے اپنی کلاس کے مشورے سے کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ اس نے دسویں جماعت کی طرف سے واٹر کولر کے پاس ایک بڑا بینچ خرید کر لانے کا اعلان کیا۔ نویں جماعت کے طالب علموں نے مٹی کا مشکیزہ لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس طرح سے ایک پر عزم اور سنتوں سے بھری تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اگلا دن انصر کے لیے آنکھوں کی راحت کا سبب بنا۔ وہ بار بار اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا کیوں کہ اس نے جتنی بار بھی واٹر کولر کی طرف دیکھا تو ہر بار کوئی نہ کوئی بچہ سنتوں کا اہتمام کرتے ہوئے پانی پیتا نظر آیا۔

Pervaiz Umar

41

انتخاب : عبداللہ صدیقی

صَلُّوا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

شاعر : عبدالسلام مظفر

نہ زباں میں تاب مقال ہی، نہ رسا ہے فکر وخیال ہی
نہ کوئی حرف نعت کا لکھ سکے نہ قلم کو ہے یہ مجال ہی
جو ذرا بھی جرأتِ شوق ہو تو ہوں سوختہ پر وبال ہی
نہ ادب شناسی جبرائیل، نہ سوز وساز بلال ہے
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ... کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ... صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ نبی امی وہاشمی
وہی ناسخِ صحف وملل وہ امام اور سبھی مقتدی
لک ذکرک کی وہ رفعتیں کہ مبشر اس کے ہر اک نبی
سرِ عرش تک اسی خوش خرام صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ پا کی وہ روشنی
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ... کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ... صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
ہو جبینِ ماہ عرق عرق جو تجھے میں ماہِ لقا کہوں
بڑی کشمکش میں ہوں تجھکو میں شاہدِ منتظر کہوں کیا کہوں؟
بخدا خدا نہیں تجھ کو منظورِ خدا کہوں تو بجا کہوں
تجھے اے سراجِ منیر کیوں نہ ضیائے ارض وسما کہوں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ... کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ... صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
یہ ہے وہ حکایتِ حسن جو نہ کبھی کسی سے تمام ہو
مرا مظفر ان پہ ہمیشہ تا ابد درود وسلام ہو
یہی درد مرا رہے سدا، یہی شغل میرا مدام ہو
کہ درود پاک لبوں پہ ہو وہ قعود ہو کہ قیام ہو
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ... کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ ... صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

لامرکزیت

نیک کاموں میں ہیں مصروف بہت لوگ مگر
ایک کو دوسرے سے کوئی سروکار نہیں
صاحبِ سیف بھی ہیں، اہلِ قلم بھی ہیں بہت
لیکن افسوس کہ آپس میں مددگار نہیں
باغِ ملت میں ہیں موجود ہر اک رنگ کے پھول
لیکن آراستہ پیراستہ گلزار نہیں
یوں تو چلنے کو چلے جاتے ہیں چلنے والے
اک طرف سب کی نگاہیں دمِ رفتار نہیں
سرفروشوں کی کمی اب بھی نہیں ملّت میں
ان سے جو کام لے ایسا کوئی سردار نہیں
قوم تراشی ہوئی اینٹوں کا اک انبار تو ہے
لیکن اک سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں
زیب وزینت کے بھی اسباب مہیّا ہیں مگر
اُس عمارت کے لیے، جو ابھی تیار نہیں
پوری تسبیح کے دانے ہیں فراہم لیکن
جس میں ان سب کو پروویں وہی اک تار نہیں
بے شمار انجمنیں ہیں مگر ان کا حاصل
کچھ بجز تفرقہ و فتنہ و پیکار نہیں
ہم نے جس چیز کو تنظیم سمجھ رکھا ہے
وہ بجز کوششِ نقالئ اغیار نہیں
ہے اسدؔ ہم میں کمی کوئی تو بس اتنی ہے
اک جماعت نہیں، مرکز نہیں ، سردار نہیں

شاعر : اسد ملتانی

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: راشد حسین قاسم

حمد باری تعالیٰ

ہر ایک شے میں جھلک وہ اپنی ربوبیت کی دکھا رہا ہے
نظام اس کائنات کا جو وہ حسن و خوبی چلا رہا ہے
کتاب قرآں کی پڑھ کے دیکھو ہے اس کو وعدوں سے پیار کتنا
مثال دے دے کے خیر و شر کی وہ اپنی جانب بلا رہا ہے
وہ مالک رزق ہر نفس ہے کسی کو رکتا نہیں ہے جو کا
امیر ہو یا غریب بندہ وہ ہر کسی کو کھلا رہا ہے
جو وعدہ اللہ سے کیا تھا اسے تو ہم نے بھلا دیا ہے
مگر جو اس نے کیا تھا ہم سے وہ وعدہ اپنا نبھا رہا ہے
فلاح دارین کی صدا جو فضا میں ہر روز گونجتی ہے
یہ اس کا پیغام ہے سنو تو اذان میں کیا سنا رہا ہے
اسی کو مانو اسی کو چاہو یہ کامیابی کی ہے ضمانت
وہ سرخرو ہو کا آخرت میں جو اس کو دل میں بٹھا رہا ہے
نسیم توبہ کا وقت کم ہے خطائیں تم اپنی بخش واہ
وہ سرخرو ہو کا آخرت میں جو اس کو دل میں بٹھا رہا ہے
ہر ایک شے میں جھلک وہ اپنی ربوبیت کی دکھا رہا ہے
نظام اس کائنات کا جو بحسن و خوبی چلا رہا ہے

مرسلہ: بنت آصف ندیم

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی خلوت پسندی

تنہائی خواہ کسی حالت اور کسی شکل میں آئے، میرے دل کا دروازہ ہمیشہ کھلا پائے گی۔
ابتدا ہی سے طبیعت کی افتاد کچھ ایسی واقع ہوئی تھی کہ
خلوت کا خواہاں اور جلوت سے گریزاں رہتا تھا۔
لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں،
مگر بارہ تیرہ سال کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ
کتاب لے کر کسی گوشے میں جا بیٹھتا تھا
اور کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں۔
لوگ اگر میری طرف سے رخ پھیر تے ہیں
تو بجائے اس کے کہ دل گلہ مند ہو اور زیادہ منت گزار ہونے لگتا ہے۔
میں نے سیاسی زندگی کے ہنگاموں کو نہیں ڈھونڈا تھا
بلکہ سیاسی زندگی کے ہنگاموں نے مجھے ڈھونڈ نکالا۔
جب کبھی سنا کرتا ہوں کہ قید خانہ میں فلاں قیدی کو قید تنہائی کی سزا دی گئی
تو حیران رہ جاتا ہوں کہ تنہائی کی حالت آدمی کے لیے سزا کیسے ہو سکتی ہے۔
اگر دنیا اس کو سزا سمجھتی ہے تو کاش ایسی سزائیں زندگی بھر کے لیے حاصل کی جا سکیں۔
(سراغ زندگی، ص:۳۱)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ہوئے جو حاضر در نبیؐ پہ، تصور ان کا جا جا کر
بڑے ادب سے سفر کیا ہے، جبیں زمیں پہ جھکا جھکا کر
مدینہ یارب! ہو میرا مسکن مدینہ یارب ہو میرا مدفن
دعا خدا سے یہ مانگتا ہوں میں ہاتھ اپنے اٹھا اٹھا کر
نبیؐ کی امت ہے ایسی دولت کہ اس کی لازم ہوئی حفاظت
اسی لیے تو کمی ہے کمر لٹاں میں دل کی چھپا چھپا کر
ندیم کچھ بھی نہیں ہے لیکن اگر ہے کچھ تو کرم ہے ان کا
نبیؐ نے بخشی ہے سرفرازی گرے ہوؤں کو اٹھا اٹھا کر

ریاض ندیم نیازی

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خادم

ایک مرتبہ حضرت علی کپڑا خریدنے بازار گئے۔ خادم بھی ہمراہ تھا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ
مجھے دو کپڑوں کا انتخاب کرو۔ بہتر کپڑا خادم کو دے دیا اور خود معمولی کپڑا پہن لیا۔
پھر آپ کپڑا لے کر درزی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ
اسے کاٹ کر جو زائد ہو وہ معمولی ہے تو اسے بھی دے دو۔
مرسلہ: بنت محمد باقی طیبہ سعد الاسلام کراچی

بے پردگی کے نقصانات

- بے پردگی اللہ سے بغاوت ہے۔
- بے پردگی جاہلیت اور مغربی تہذیب کی تقلید ہے۔
- بے پردہ عورت لوگوں کی بری نظروں کا نشانہ بنتی ہے۔
- بے پردہ عورت ہر وقت اللہ کی ناراضگی میں ہے۔
- بے پردہ عورت نت نئی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔
- بے پردہ عورت اپنے والد، بھائی، شوہر اور بیٹے کے لیے باعث شرم ہے۔
- خوش بختی یہ ہے کہ خود دوسروں کے لیے عبرت بننے کے بجائے دوسروں سے عبرت حاصل کرکے پردہ کا اہتمام کریں۔

مرسلہ: بنت عبدالرحمان حفظہا

کبر اور شکر کی تعریف

فرمایا: نعمت پر فخر کرنا اور اس کو اپنی عقل و دانش اور سعی و کوشش کا ثمرہ سمجھنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنے نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔
(مجالس حکیم الامت ص: ۳۵۴)

پردہ اور بے پردگی

فرمایا: پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں، ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری (بے پردگی) میں جو نقصان ہیں، ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔ پردہ میں تو خرابی ہوہی نہیں سکتی، جب خرابی ہوگی تو پہلے پردہ ٹوٹے گا پھر خرابی ہوگی۔
(ملفوظات ملفوظات اشرفیہ ص: ۳۵)

پردے کے فوائد

- پردہ عورت کی عزت کا محافظ ہے۔
- پردہ مسلمان عورت کا شعار ہے۔
- پردہ عورت کی فطری حیا کا تقاضا ہے۔
- پردہ عورت اللہ کی حفاظت میں ہے۔
- پردہ عورت کے دل و عمل کا محافظ ہے۔
- پردہ خاندانی و معاشرتی امن کا ذریعہ ہے۔
- پردہ عورت کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔
- ایسی عورت شوہر کی عبادت کے برابر اجر کی مستحق ہے۔

مرسلہ: بنتِ عبدالرحمان حفظہا

آپ کے اشعار

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں
خواجہ میر دردؔ

بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے دردؔ!
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے
خواجہ میر دردؔ

رودے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
خواجہ میر دردؔ

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا، اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا
محمد تقی میرؔ

راہِ دورِ عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
محمد تقی میرؔ

میر صاحب، زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار
محمد تقی میرؔ

چائے کی چاہ

لفظ چائے سے بھلا کون ناواقف ہے
شاید وہی جس نے غبارِ خاطر نہ پڑھی ہو!
چٹکتی رنگت والا گرم مشروب
محبوب حسن ایسا کہ پیتے ہی سرور آ جائے
نشاط انگیز ایسا کہ طبیعت کھل جائے
بشرطیکہ ...اہلِ ذوق کے بقول
لب ریز، لب سوز اور لب دوز
کے اوصاف سے متصف بھی ہو،
دنیا بھر کی موسیقانہ خباثتیں ایک طرف اور
چائے کے برتنوں کی کھنکھن ایک طرف۔
وہ دن گئے جب شعراء زینتِ محفل کسی بیکر کو قرار دیتے تھے
آج کوئی محفل چائے کے بغیر محفل کہلانے کی مستحق نہیں
اور کہنے والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا:
ہر درد کی دوا ہے، ہر مرض سے بچائے
وہ صف شکن بنیں گے پیتے رہیں جو چائے

بقیہ اخبار السلام

مسابقہ حفظ القرآن الکریم

فرمایا: زندگی کا تماشا تو اتنا ہی ہے جو ابھی ہم نے دیکھا، صرف پانی کا بلبلہ ہے۔ اگر مال و اولاد جو اللہ نے دی ہے، اس سے ایسی سرمایہ کاری کرو کہ کروڑوں سال یہ سرمایہ کاری تمہیں نفع دیتی رہے۔ یہ تو آنکھ بند ہونے کی دیر ہے، پھر مال دار اور ریڑھی والے کا کفن ایک جیسا ہو جاتا ہے، پھر مال دار اور چوکی دار کی قبر ایک جیسی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد مال دار اور ملازم کا اسٹیٹس برابر ہو جاتا ہے۔ فرمایا: مدارس میں جو لوگ پڑھ پڑھا رہے ہیں، یہ بہت ذہین ہیں، ابھی مقابلے میں آپ نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، لیکن یہ بہت تھوڑی ضروریات پہ گزارہ کر رہے ہیں، صرف اس لیے کہ آخرت کی کروڑوں سال کی زندگی سنور جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

فروری 2016ء بمطابق جمادی الاولیٰ 1437ھ

بین الاقوامی ادارے مرکز التعاون الخیری کے تحت کراچی سطح پر مسابقہ حسنِ قرأت کا انعقاد، کراچی بھر سے 17 مدارس کے 27 طلبہ کی شرکت

جامعہ بیت السلام کراچی شعبہ حفظ کے دو طلبہ کرام کی اول اور دوم پوزیشن، اور بالترتیب 50,000 روپے اور 40,000 روپے کا نقد انعام

مسابقے میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے استاد اور مسجد خیف منیٰ کے نائب امام ڈاکٹر محب الدین واعظ کی شرکت، مہمانِ خصوصی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کورنگی بنے

مسابقے کے منصفین میں مکہ مکرمہ کے فضیلۃ الشیخ محمد زکریا اور فضیلۃ الشیخ محمد جعفر بھی تھے، فضیلۃ الشیخ محمد جعفر نے بیت السلام کے دونوں طلبہ کو بلا کر خصوصی انعام سے نوازا

کراچی کی سطح پر بین الاقوامی ادارے مرکز التعاون الخیری کی طرف سے مسابقہ حسنِ قرأت منعقد ہوا، جس میں کراچی بھر سے تقریباً 17 مدارس کے 27 طلبہ نے شرکت کی۔ جامعہ بیت السلام کراچی کی طرف سے 3 طلبہ کرام شریک ہوئے۔ یہ مسابقہ دو مرحلوں میں مکمل ہوا۔ پہلے مرحلے میں 27 میں سے 12 طلبہ کام یاب ہوئے، جن میں جامعہ بیت السلام کراچی کے تینوں طلبہ بھی شامل تھے۔ پھر دوسرے مرحلے میں 12 میں سے 5 طلبہ کام یاب قرار پائے۔ جن میں اول پوزیشن جامعہ بیت السلام کراچی کے طالب علم حافظ عبدالرحمان بن محمد احمد نے حاصل کی اور ایک شیلڈ اور 50,000 روپے کا نقد انعام وصول کیا، جب کہ دوسری پوزیشن بھی جامعہ بیت السلام کراچی کے طالب علم محمد عاقب بن محمد ایاز نے حاصل کی اور ایک شیلڈ اور 40,000 روپے کا نقد انعام وصول کیا۔ اس مسابقے کے منصفین میں چار حضرات شامل تھے۔ فضیلۃ الشیخ محمد زکریا اور فضیلۃ الشیخ محمد جعفر کا تعلق مکہ مکرمہ سے تھا، جب کہ تیسرے منصف جامعہ دارالعلوم کراچی کے استادِ محترم قاری سعید احمد اور چوتھے منصف جامعۃ الرشید سے قاری رمیز احمد تھے۔ اس مسابقے میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے استاد اور منیٰ میں واقع مسجدِ خیف کے نائب امام جناب ڈاکٹر محب الدین واعظ بھی شریک ہوئے۔ مسابقے کے مہمانِ خصوصی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کورنگی کراچی جناب سراج الدین صاحب تھے۔ طلبہ کرام نے اپنے انعامات انہی کے ہاتھوں وصول کیے۔ مکہ مکرمہ سے تشریف لانے والے معزز مہمانانِ گرامی جامعہ بیت السلام کراچی کے طلبہ کرام کی کارکردگی سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے پروگرام کے اختتام پر جامعہ بیت السلام کراچی کے طلبہ کرام کو اپنے پاس بلایا اور فضیلۃ الشیخ محمد جعفر نے انہیں اپنی طرف سے خصوصی انعام سے نوازا۔ ان مہمانانِ گرامی نے جامعہ بیت السلام کراچی اور اس کے نظامِ تعلیم و تربیت کو دیکھنے کے عزم کا بھی اظہار کیا۔

مسجد بیت السلام کراچی میں مسابقہ حفظ القرآن الکریم کا انعقاد، 16 طلبہ کرام کی شرکت، روضۃ السلام کراچی کے طلبہ نے عربی نظم اور تقریر کی

دورانِ پروگرام اسٹیج کے قریب ایک اللہ کے نیک بندے کا انتقال، حضرت امام صاحب حفظہ اللہ کی نمازِ جنازہ، کندھا دینے اور تدفین میں شرکت۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ حسنِ خاتمہ کی ایک نشانی آدمی کا آخری عمل ہے۔ ضیاء بھائی نے مسجد میں قرآن سنتے سنتے جان دے دی اور کھربوں سال کی زندگی سنوار گئے: حضرت امام صاحب حفظہ اللہ کا اختتامی بیان

مسجد بیت السلام کراچی میں گزشتہ ماہ مسابقہ حفظ القرآن الکریم کا انعقاد ہوا، جس میں پندرہ پارے حفظ کیے ہوئے 16 طلبہ نے شرکت کی۔ جامعہ بیت السلام کراچی کے 9 میں سے 4، جب کہ مسجد بیت السلام کراچی کے 7 میں سے 4 طلبہ کام یاب قرار پائے۔ پروگرام کے دوران مسجد بیت السلام میں اسپیکر کے نظم کو دیکھنے والے جناب ضیاء بھائی جو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے اور پروگرام میں شریک تھے اور تقریباً دو گھنٹوں سے اسپیکر کے نظم کو دیکھ رہے تھے اور متحرک اور فعال تھے، بغیر کسی ظاہری سبب کے انتقال فرما گئے۔ بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کی طرف سے انہیں ابتدائی طبی مدد اور فوری طور پر ہسپتال لے جانے کا انتظام بھی کیا گیا۔ مسابقہ حفظ القرآن الکریم کے اختتام پر حضرت امام صاحب حفظہ اللہ کا بیان ہوا، جس میں انہوں نے فرمایا کہ مسجد اور مبارک کی زندگی بہت مبارک زندگی ہے اور اس کا اصل مقصد آخرت کی تیاری ہے۔ مزید فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے حسنِ خاتمہ کی ایک نشانی اس کا آخری عمل بھی ہے۔ فرمایا: ضیاء بھائی مسجد میں بیٹھے رہے اور قرآن سنتے سنتے جان دے دی اور کھربوں سال کی زندگی سنوار گئے۔ فرمایا: زندگی کا تماشا تو اتنا ہی ہے جو ابھی ہم نے دیکھا ہے، (بقیہ ص 45 پر)

junaid.j
47

Brighto
48